37۔ خطرناک جواری

ابن صفی

صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ وہ سو فیصدی بالی ہی کی تصویر تھی اور اخبار کے پہلے ہی صفحے پر شائع ہوئی تھی۔ لیکن وہ تو کسی لاش کی تصویر تھی جس کی شناخت نہ ہو سکنے ہی کی بنا پر خبر کے ساتھ تصویر بھی شائع کی گئی تھی۔ خبر کے متعلق لاش ایک نائٹ کلب میں پائی گئی تھی لیکن ابھی تک مقامی پولیس نہ تو مقتول کے نام ہی سے واقف ہو سکی تھی اور نہ اسے قاتل ہی کا سراغ مل سکا تھا۔

صفدر نے اخبار میز پر ڈال دیا اور سوچنے لگا۔۔۔ کیا اسے عمران نے قتل کیا ہوگا ؟۔

پورٹ سعید میں یہ اس کا چوتھا دن تھا اور یہ چار دن کچھ اس انداز میں بسر ہوئے تھے کہ وہ خود کو "الف لیلی" کا کوئی کردار سمجھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

پہلے دن وہ سڑکوں پر آوارہ پھرتے رہے تھے اور پورٹ سعید میں پہلی رات بسر کرنے کے لیے انہیں ایسے کونے کھدرے تلاش کرنے پڑے تھے جہاں پولیس کی نظر ان پر نہ پڑ سکتی۔ مگر جلد ہی حالات میں

حیرت انگیز تبدیلی ہوئی تھی۔ صفدر کا خیال تھا کہ یہاں بھی بسر اوقات کا انحصار محنت مزدوری ہی پہ ہو گا۔ لیکن عمران نے دوسرے ہی دن ان کی جیبیں پُر کر دیں۔ یہ یہیں کی کرنسی تھی۔

انہوں نے اپنے لیے مناسب ملبوسات خریدے اور عمران کی ہدایت کے مطابق مختلف ہوٹلوں میں پھیل گئے۔ جوزف کے علاوہ سب ہی نے کوشش کی تھی کہ عمران انہیں اس ذریعے سے آگاہ کر دے، جو ان کی مشکلیں آسان کرنے کا باعث بنا تھا لیکن عمران نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی۔

بہر حال اب پوزیشن یہ تھی کہ صفدر عمران کے علاوہ اور سب کی جائے قیام سے واقف تھا لیکن وہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے مل نہیں سکتا تھا۔ اس کے بارے میں عمران کی خاص ہدایت تھی کہ وہ ایک دوسرے سے اس وقت تک نہ ملیں جب تک کہ خود عمران اس کے لیے نہ کہے۔

آج تیسرا دن تھا لیکن اس دوران میں وہ ایک بار بھی نہیں مل سکے تھے اور عمران کے بارے میں تو کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ وہ کہاں ہو گا۔

صفدر نے ایک بار پھر بالی کی تصویر پر نظر ڈالی۔ اسے وہ دن یاد آ رہے تھے جو اسٹیمر پر گزرے تھے۔ بالی کتنا خائف نظر آتا تھا اور عمران کو تو ایسی نظروں سے دیکھتا تھا جیسے وہ اس کے لیے ملک الموت ہی رہا ہو وہ ہر وقت اس کے سر پر مسلط رہتا تھا ایک پل کے لیے بھی الگ نہیں ہونے دیتا تھا اور یہ دھمکی تو بدستور قائم تھی کہ اگر اس نے اسٹیمر کے عملے سے کوئی غیر ذمہ دارانہ گفتگو کی تو عمران اسے بدریغ گولی مار دے گا خواہ ان کا اپنا حشر کچھ بھی ہو۔۔۔۔۔۔ تو۔۔۔ کیا عمران ہی نے اسے گولی ماردی ہو گی۔۔؟ مگر کیوں؟۔ وجہ صفدر کی سمجھ میں نہ آ سکی۔

"اوہ"۔ دفعتاً اسے بونا کے ساتھیوں کا خیال آیا تھا۔ ظاہر ہے کہ بالی نے بونا سے غداری کی تھی۔ ان لوگوں کی رہائی کا باعث بنا تھا لیکن اسے بونا ہی کے کسی ایجنٹ نے قتل کیا تھا تو پھر انہیں خود کو بھی محفوظ نہ سمجھنا چاہئے۔

بہر حال کچھ بھی ہو صفدر کو بالی کے اس انجام پر نہ جانے کیوں افسوس ہوا تھا۔ اس نے اخبار کو تہہ کر کے کوٹ کی جیب میں رکھا اور ڈائننگ ہال سے اٹھ جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ پشت پر کسی نے اسے مخاطب کیا۔

وہ بیٹھے ہی بیٹھے مڑا پھر کھڑا ہو گیا کیونکہ مخاطب کرنے والی ایک لڑکی تھی۔ یہ یہیں کی باشندہ معلوم ہوتی تھی لیکن لباس مغربی طرز کا تھا اور یہ کوئی متحیر کن بات بھی نہ تھی کیونکہ یہاں ابھی تک اسے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا تھا جس کے جسم پر کسی دوسرے قسم کا لباس نظر آتا۔

"بیٹھیے بیٹھیے"۔ وہ بے تکلفی سے ایک کرسی کھینچتی ہوئی بولی۔ "آپ یقیناً کوئی سیاح ہیں"؟۔

"جج۔ جی ہاں"۔ صفدر نے متحیر انداز میں اسے گھورتے ہوئے کہا۔ اچانک اسے بوغا کے ایجنٹوں کا خیال آ گیا تھا۔

"مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے، جو تفریحی سفر تنہا اختیار کرتے ہیں"۔

صفدر صرف مسکرا کر رہ گیا۔ لڑکی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کہاں سے آئے ہیں"؟۔ لڑکی نے پوچھا۔ اس بار صفدر نے اس کے لہجے میں ہلکا سا تحکم بھی محسوس کیا۔ اور یہ چیز اسے شدت سے کھل گئی کیونکہ وہ فلرٹ قسم کی لڑکیوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر سگریٹ نکالا اور ایک سگریٹ منتخب کرکے اس کا سر سگریٹ کیس پر ٹھونکتا ہوا دوسری طرف متوجہ ہو گیا"۔

"آپ کہیں سے بھی آئے ہوں بد اخلاق بھی ہیں"۔ لڑکی برا سا منہ بنا کر بولی۔

صفدر پھر اس کی طرف دیکھنے لگا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سگریٹ کیس اس کے منہ پر کھینچ مارے گا۔ لیکن پھر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کہا۔

"وقت گزارنے کے لیے مجھے کسی ساتھی کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ اس لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ خواہ مخواہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتا پھروں"

ٹھیک اسی وقت ایک دوسری عورت ان کی طرف جھپٹی۔ صفدر اندازہ نہ کر سکا کہ وہ کس جانب سے آئی تھی۔ ڈائننگ ہال میں کافی بھیڑ تھی۔

یہ نئی آنے والی پہلی لڑکی سے بھی زیادہ بے تکلف ثابت ہوئی اس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے صفدر سے کہا۔ "اوہ ڈیئر مجھے دیر ہو گئی۔ میں دراصل اپنے چچا کی تلاش میں تھی وہ نہیں ملے ۔۔۔۔۔۔ اور آپ کی تعریف"؟۔

وہ خاموش ہو کر پہلی لڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔

صفدر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ یہ لڑکی تو اس سے بھی زیادہ تیز ثابت ہوئی تھی۔ پرانی جان پہچان نکال بیٹھی۔ جیسے وہ سچ مچ اس کے چچا ہی کے متعلق کوئی خبر سننے کے لیے یہاں بیٹھا جھک مارتا رہا ہو۔

"میری تعریف"۔ پہلی لڑکی نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں آئیڈنٹیفیکیشن کے محکمے سے تعلق رکھتی ہوں۔ کیا آپ لوگ باہر سے آئے ہیں"؟۔

"جی ہاں"۔ دوسری لڑکی بول پڑی۔ "ہم لوگ یوگوسلاویہ سے آئے ہیں"۔

پھر صفدر کی طرف دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی۔ "میں بالکل مناسب وقت پر پہنچی ورنہ تم ابھی زحمت میں پڑ جاتے کیونکہ تمہارا پاسپورٹ تو میرے بیگ ہی میں رہ گیا تھا"۔

صفدر نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر ایک طویل سانس لی۔ کیا وہ کسی گہری سازش کا شکار ہونے والا ہے۔ اس نے سوچا۔ اور پھر دوسری لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو اپنا وینٹی بیگ کھول رہی تھی۔

اس نے دو پاسپورٹ نکالے اور پہلی لڑکی کے سامنے ڈال دیئے پھر صفدر سے بولی۔ "آج کا دن بڑا تھکا دینے والا تھا"۔

اس کی آواز سے تھکن ہی ظاہر ہو رہی تھی۔ پہلی لڑکی تھوڑی دیر تک ان کے پاسپورٹ دیکھتی رہی پھر اٹھتی ہوئی مسکرا کر بولی۔ "میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ اس موسم میں تنہا سفر کرنے والے عقل ہی سے محروم سمجھے جا سکتے ہیں"۔

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"پھنس گئے تھے نا ابھی"؟۔ دوسری لڑکی مسکرائی۔ پھر یک بیک چونک کر بولی۔ "تم نے اس سے یہ تو بتایا نہیں تھا کہ تم کہاں سے آئے ہو"؟۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ مگر تم کون ہو"؟۔

وہ اس کا سوال نظر انداز کر کے بولی۔ "تو پھر میں ٹھیک ہی وقت پر پہنچی تھی۔ اب اپنا پاسپورٹ اپنے ہی پاس

رکھو۔ تا کہ میں اطمینان سے اپنے چچا کو تلاش کرسکوں"۔

وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی۔ صفدر نے اپنا پاسپورٹ اٹھالیا۔ یہ ہر طرح سے مکمل تھا یعنی اس کی دانست میں اس پر جعلی ہونے کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"میری تصویر کہاں سے ملی"؟۔ صفدر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم شائد کسی وہم میں مبتلا ہو گئے ہو"۔ وہ دوبارہ وینٹی بیگ کھولتی ہوئی بولی اور ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر صفدر کے سامنے ڈال دیا۔

''اوہ۔۔۔'' صفدر نے متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ کارڈ کو گھورتا رہا پھر اسے ہاتھ میں اٹھالیا۔

اس پر جلی حروف میں "ایکس ٹو" چھپا ہوا تھا۔ صفدر نے ایک بار پھر لڑکی کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن اس کے اس شبے کو مزید تقویت نہ ہو سکی کہ وہ جولیانا فٹز واٹر ہے۔ وہ لاکھ میک اپ میں ہوتی۔ آنکھوں سے ضرور پہچان لی جاتی۔ لیکن وہ جولیانا فٹز واٹر کی آنکھیں تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں۔ پھر وہ کون تھی"؟۔ اور ایکسٹو کا حوالہ کیا معنی رکھتا تھا۔

"اگر کبھی کسی قسم کی دشواری پیش آئے تو اس کارڈ کی پشت پر لکھے ہوئے نمبر پر رنگ کرلینا"۔ لڑکی نے کہا اور وہ بھی اٹھ گئی۔

صفدر اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پاسپورٹ اور ایکسٹو کا کارڈ اب بھی میز پر ہی پڑے ہوئے تھے۔ یہ ناممکنات میں سے نہیں تھا کہ ایکسٹو کے ایجنٹ یہاں بھی موجود ہوتے۔ لیکن یہ کیا ضروری تھا کہ یہ رحمت کا فرشتہ ٹھیک اسی وقت نازل ہوتا جب اس پر کوئی آفت آنے والی تھی۔ اگر پاسپورٹ ضروری تھا تو کسی چیکنگ کرنے والے کی آمد سے پہلے ہی اس تک پہنچایا جاسکتا تھا۔

ابھی کچھ دن پہلے وہ لاتوشے میں غیر معمولی حالات کے شکار رہ چکے تھے۔ اس لیے صفدر کا شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جانا غیر فطری بھی نہیں تھا۔

اس موقع پر اس نے شدت سے محسوس کیا کہ وہ عمران کے مشورے کا محتاج ہے۔ لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ عمران کہاں ہوگا۔

اس نے پاسپورٹ اور ایکس ٹو کا کارڈ اٹھا کر جیب میں ڈال لئے۔ لیکن اس کی الجھن بڑھتی ہی رہی۔ دفعتاً ایک ویٹر نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔ "آپ کے کمرے کا نمبر سترہ ہے نا جناب"؟۔

"ہاں۔ آہ"۔ صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"آپ کی کال ہے جناب"۔ ویٹر بولا۔

"اوہ۔ شکریہ"۔

وہ اٹھ کر کاونٹر پر آیا۔ کال عمران ہی کی تھی۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ "اوہ ڈیئر رات کتنی سہانی ہے۔ کیوں نہ تم آزادی کی یادگار کے قریب مجھے ملو اور ہم ساتھ ہی کہیں کھانا کھائیں"۔

ضرور۔۔۔ ضرور"۔ صفدر لہک کر بولا۔

"بس تو پھر آ جاؤ"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

گفتگو انگریزی میں ہوئی تھی۔ اور صفدر اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ وہ فون پر کوئی ایسی زبان زیادہ استعمال نہیں کر سکتے تھے، جو مقامی آپریٹرز کے لیے نا قابل فہم ہوتی اور وہ خود کسی چپقلش میں پڑ جاتے کیونکہ ان دنوں وہاں تخریب پسندوں کے خلاف بڑی شدید مہم جاری تھی۔

صفدر اپنے کمرے میں آیا۔ کچھ دیر تک سوچتا رہا کہ وہ اس کال پر باہر جائے یا نہ جائے۔ لاتوشے کے تجربات نے اسے بہت زیادہ وہمی بنا دیا تھا۔ مگر وہ آواز تو سو فیصدی عمران ہی کی تھی۔ وہی مضحکہ اڑانے کے سے انداز والا لہجہ۔ وہی زندگی سے بھرپور آواز۔

تھوڑے غور و فکر کے بعد وہ ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک ٹیکسی لی اور آزادی کی یادگار کی طرف چل پڑا۔

عمران اس کا منتظر تھا لیکن تنہا نہیں۔ اس کے ساتھ ادھیڑ عمر کا ایک مقامی آدمی بھی نظر آیا۔ صفدر نے بہت دنوں بعد اسے آدمیت کے جامے میں دیکھا تھا۔ یعنی اس کا لباس خوش سلیقگی ہی کی حدود میں نظر آ رہا تھا۔ مگر چہرے پر حماقت کے آثار کیوں نہ ہوتے یہ آثار اس وقت تو اور زیادہ گہرے نظر آتے جب عمران خود کو ایک نہایت شریف اور سلیم الطبع آدمی پوز کرنے کی کوشش کرتا۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو"۔ عمران صفدر کو دیکھ کر دو چار قدم آگے بڑھ آیا۔ "اوہ۔۔۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ تم اس

طرح دکھائی دے رہے ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح خوشی کا اظہار کروں۔ بڑے موقعے سے آئے"۔ صفدر نے محسوس کیا کہ دوسرا آدمی کچھ بیزار سا نظر آنے لگا ہے۔ اس نے پہلے ہی صفدر کو اس طرح گھور کر دیکھا تھا جیسے اس کی ذات سے اسے کوئی نقصان پہنچنے والا ہو۔

پھر عمران بوڑھے سے اس کا تعارف کرنے لگا۔ صفدر نے دھیان نہیں دیا کہ یہ "تعارف" کن الفاظ میں تھا اس کے بعد وہ صفدر سے بولا۔ "بھائی کہتے ہیں کہ ایک کے چار ہو سکتے ہیں"۔

گفتگو انگریزی ہی میں ہو رہی تھی۔

"میں نہیں سمجھا"؟ صفدر بولا۔

"وہاں" عمران نے سڑک کے پار سامنے والی عمارت کی طرف اشارہ کیا اور صفدر کی نظر روشن حروف والے سائن بورڈ پر پڑی۔۔۔ یہ شاید قمار خانہ تھا۔

صفدر پھر عمران کی طرف مڑا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا"؟ عمران تشویش کن لہجے میں بڑبڑایا اور بوڑھا اس سے بولا

"ستاروں کا کھیل مقدر کا کھیل۔ میں ٹرک جانتا ہوں تم انہیں لوٹ لوگے صرف چوتھائی کمشن پر"۔

صفدر سوچنے لگا کہ آخر وہ وہاں رک کر اس بوڑھے سے کیوں سر کھپا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اسی قمار خانے کا کوئی ایجنٹ ہوگا۔ پھر سوچا ممکن ہے اس کے انتظار کی زحمت سے بچنے کے لیے وقت گزاری کے طور پر اس سے الجھ پڑا ہو۔

"ختم بھی کیجئے" صفدر بولا۔ "ظاہر ہے کہ ہمیں ان چیزوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے"۔

"واہ۔ ہو کیوں نہیں سکتی" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ایک کے چار۔۔۔۔ ذرا سوچو تو۔۔۔۔ اور چار میں سے صرف ایک انہیں دینا پڑے گا۔ کنفیوشس نے کہا ہے کہ ایک سے چار بھلے۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ خیر تین ہی سہی ایک تو یہ لے جائیں گے۔ میرے پاس اتنی رقم موجود ہے کہ اسے چار سے ضرب دینے پر ہنری فورڈ کا بھی دیوالیہ نکل سکتا ہے"۔

صفدر نے سوچا کہ بحث بیکار ہے، جو کچھ اس نے ٹھان لی ہے اس کے خلاف نہیں کرے گا لیکن ساتھ ہی

صفدر یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ عمران اس سے بھی متوقع ہے کہ وہ اس موضوع پر زبان ہلانے میں کاہلی نہیں برتے گا۔ لہذا اس نے یونہی رواداری میں کہا۔ "جب یہ ٹرک جانتے ہیں تو خود ہی کیوں نہیں ٹرائی کرتے ایک کی بجائے چاروں ہی ان کے ہوں گے"؟۔

"ہشت" عمران آہستہ سے بولا۔ "بڑے گدھے ہو، ایسی تدبیر نہ بتاؤ جس سے ہم گھاٹے میں رہیں"۔ یہ بات اتنی آہستگی سے بھی نہیں کہی گئی تھی کہ بوڑھا اسے نہ سن پایا، وہ ہنسنے لگا اور پھر بولا۔ "آپ نہیں جانتے، میں خود وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ اگر مالک کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو اٹھوا کر باہر پھنکوا دے گا، جی ہاں"۔

"کیوں"؟ صفدر نے پوچھا۔

"میں وہاں ملازم رہ چکا ہوں، ان تدبیروں سے واقف ہوں جن کے ذریعہ جیبیں خالی کرائی جاتی ہیں"۔

"ارے بھئی تو تدبیر بتاؤ نا"؟ عمران نے بے صبری ظاہر کی۔

"مگر اسی شرط کے ساتھ کہ جیتی ہوئی رقم کی چوتھائی میری ہوگی"۔

"بالکل منظور ہے" عمران نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔ "پر کہو تو تحریر دے دوں"؟۔

"نہیں بس آپ کی زبان ہی کافی ہے موسیو، اچھا آپ لوگ یہیں ٹھہریئے میں کارڈ کا انتظام کرتا ہوں"۔

"کیسا کارڈ"؟ صفدر نے پوچھا۔

"داخلے کا کارڈ جناب، ہر ایک کا داخلہ ممکن نہیں ہے۔ صرف یہاں کے معززین ہی اندر جا سکتے ہیں۔ کارڈ ایشو کرنے والا میرا دوست ہے۔ آپ سے ملی ہوئی رقم میں اس کا بھی حصہ ہوگا"۔

"جلدی کرو یار" عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور بوڑھا سڑک پار کر کے دوسری طرف چلا گیا۔

"اس کا کیا مطلب ہے"؟ صفدر عمران کی طرف مڑا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "یہیں ٹھہریئے"؟۔

"اب مجھے مطلب پوچھنا پڑے گا۔ یعنی کہ۔۔۔۔"

صفدر نے اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اس نے پاسپورٹ کی کہانی چھیڑ دی تھی۔ عمران خاموشی سے سنتا رہا، پھر بولا۔ "یہاں ایکسٹو بے بس نہیں ہے۔ حقیقتاً تم پریشانی میں مبتلا ہو جاتے اگر پاسپورٹ وقت پر نہ پہنچتا"۔

ون اُردو میں خوش آمدید
پیرا ایکسٹو پروڈکشن

"تو ۔۔۔ وہ ایکسٹو کی ایجنٹ تھی"؟۔

"یقیناً ۔۔۔" عمران نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ " ختم کرو۔ شاید آج رات ہم لمبا جوا کھیلیں"۔

"ضرورت ہی کیا ہے"؟۔ صفدر جھنجھلا کر بولا۔ "ابھی کل تک کوڑی کو محتاج تھے ۔۔۔۔۔۔۔ آج جوا کھیلا جائے گا"؟۔

"بزنس ۔۔۔۔" عمران دیدے نچاتا ہوا بولا۔ "پیسے کو بڑھانا ہی چاہیے ۔۔۔۔ ورنہ آدمی ریاح باسوری کا مریض ہو جاتا ہے"۔

"آپ کو یقین ہے کہ پیسے بڑھ ہی جائیں گے"؟۔

"ارے یار کیا تم بالکل بہرے ہی ہو" عمران جھنجھلا کر بولا۔ " کیا تم نے سنا نہیں وہ کیا کہہ رہا تھا"؟۔

صفدر نے سرپیٹ لینے کا ارادہ ملتوی کر کے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "کیا آپ نے شام کا کوئی اخبار دیکھا ہے"؟۔

پروفیشنل ایکٹیوز پروڈکشن

"میں ہفتے میں صرف ایک بار اخبار دیکھتا ہوں"۔

"بابی قتل کردیا گیا"۔

"فضول باتیں نہ کرو۔ ہاں، تم کبھی جیتے ہو یا ہمیشہ ہارتے ہی رہے ہو"؟۔

"میں جوا نہیں کھیلتا"۔

"یہ تو بہت بری بات ہے" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا پھر یک بیک چٹکی بجا کر بولا۔ "پرواہ نہیں، لیکن تمہیں کچھ نہ کچھ تو ضرور کرنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ تفریح، وہ بوڑھا لڑکیوں کی بات بھی کر رہا تھا"۔

"عمران صاحب خدا کے لیے بور نہ کیجیے"۔

"خیر تو پھر جوا ہی سہی"۔

" کیا میں اپنا سر کسی دیوار سے ٹکرا دوں"؟۔

"بہتر یہی ہے کہ تم اس پر چنبیلی کے تیل کی مالش کراؤ ورنہ یہاں بوٹ پالش تک کی نوبت آ سکتی ہے۔ اچھا خاموش بوڑھا واپس آ رہا ہے"۔

"میں تو ہرگز نہ جاؤں گا"۔ صفدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"خدا تمہارے حال پر رحم کرے" ۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں کہا۔

اتنے میں بوڑھا قریب پہنچ گیا اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"ایک بات اور مسٹر"۔ بوڑھا انگلی اٹھا کر بولا۔ "ہندسوں کے دائرے ہی والا کھیل کھیلئے گا ورنہ میں ذمہ داری نہ لے سکوں گا"۔

"جو تم کہو گے وہی ہو گا"۔ عمران نے سعادتمندانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا تو تدبیر سنئے۔ دائرے پر دو طرح کے ہندسے ہوں گے۔ سیاہ اور سرخ، سرخ نمبر ہی جیت کے ہوتے ہیں۔ یعنی نمبر کی دوگنی رقم، اور جتنی رقم آپ نے داؤ پر لگائی ہے اس دوگنی رقم سے اسے ضرب دیا جائے گا۔ مثلاً نے آپ دس شلنگ لگا کر سوئی گھمائی اور وہ سرخ رنگ کے نمبر چار پر رکی تو چار کے آٹھ بنیں گے اور آٹھ کو دس سے ضرب دینے پر بنے 80 شلنگ"۔

"دس کے 80 شلنگ"؟ عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ وہ پہلے درجے کا بیوقوف نظر آ رہا تھا۔

بوڑھے نے کنکھیوں سے صفدر کی طرف دیکھا۔ غالباً اسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اسے عقلمند بننے کی دعوت نہ دے بیٹھے۔

"ارے یار تو اب ٹرک بھی بتاؤ جلدی سے" عمران ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"سنئے آپ کو یہ ٹرک اس طرح استعمال کرنی ہو گی کہ وہاں کسی کو شبہ نہ ہو سکے"۔

عمران نے صفدر کو خاموش ہی رہنے کا اشارہ کیا۔ ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ بوڑھے کی گردن دبوچ کر زمین سے اٹھا لے۔

"کہہ بھی چکو یار"۔ عمران بڑبڑایا۔

"جس نمبر پر سوئی رکی ہوئی نظر آئے"۔ بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ "اس سے ایک نمبر پیچھے ہٹا کر اسے نچاؤ، سوئی کسی سرخ ہی ہندسے پر رکے گی"۔

"اور اگر انہوں نے پیچھے نہ ہٹانے دیا تو"؟ صفدر آنکھیں نکال کر بولا۔

"عیب کے لیے بھی ہنر ضروری ہے"۔ بوڑھا بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "آپ ظاہر ہی کیوں ہونے دیں کہ آپ نے سوئی دانستہ پیچھے کھسکائی ہے۔ بس کسی اناڑی کی طرح ہانپتا ہوا ہاتھ سوئی کی طرف بڑھائیے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح غیر ارادی طور پر بھی آپ کی انگلی سوئی سے لگ کر پیچھے کھسکا سکتی ہے۔ کون اعتراض کرے گا اس پر۔۔۔۔ ویسے آپ کسی کو اتنا موقع ہی کیوں دیں کہ وہ اسے مارک کر سکے"۔

"دیکھو ٹھیک سے کانپ رہا ہے نا"۔ دفعتاً عمران نے اس کے چہرے کے قریب ہاتھ لے جا کر کہا اور وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا اور پھر ہنس کر بولا۔ "جی ہاں بالکل ٹھیک ہے یہ لیجئے کارڈ۔۔۔۔ وش یو گڈ لک۔۔۔۔۔۔ لیکن ٹھہریئے ایک بات اور۔۔۔۔ مجھے دھوکا دے کر نکل جانے کی کوشش فضول ہوگی۔ اندر ایک خاص آدمی آپ کی ہار یا جیت پر نظر رکھے گا۔ اسے نہ بھولیئے گا"۔

صفدر کو تاؤ آ گیا۔ لیکن عمران نے اسے اس بار بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سڑک کے پار قمار خانے میں داخل ہو رہے تھے صدر دروازے پر ایک باوردی چوکیدار نے ان کے کارڈ دیکھے۔

----------------------------*

اندر پہنچ کر جوزف کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ کسی پاگل خانے میں گھس آیا ہو ایک آدمی فرش پر سر کے بل کھڑا تھا اور دوسرا اس کے قریب ہی بیٹھا منت سماجت کر رہا تھا۔ "اے بھائی خدا کے لیے اب سیدھا ہو جا، میں معافی چاہتا ہوں، آئندہ تیری خدمت میں گھٹیا سگریٹ نہیں پیش کروں گا"۔

ایک گوشے میں ایک سنجیدہ صورت بزرگ ایک بکری کے گلے میں بانہیں ڈالے دہاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔

ایک طرف ایک آرٹسٹ ایک موٹے سے آدمی کی شفاف کھوپڑی پر برش سے رنگین تصویر بنا رہا تھا۔

دو آدمی ایک دوسرے کے کان پکڑے تیز سے اٹھ بیٹھ رہے تھے۔

جوزف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھ رہا تھا لیکن ان میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ البتہ بکری اسے بڑے مغموم نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

جوزف نے سوچا کہ کہیں وہ غلط جگہ تو نہیں چلا آیا۔ مگر پھر اسے یاد آیا کہ اس نے باہر ہی دربان سے تصدیق کر لی تھی اور دربان ہی نے اسے ایک ملازم کے ساتھ اس ہال میں بھجوایا تھا۔

یہ مصیبت بھی عمران ہی کی لائی ہوئی تھی۔ اس نے پچھلے دن اسے ایک پتہ دیا تھا اور بتایا تھا کہ قصر جمیل کے مالک کو ایک باڈی گارڈ کی ضرورت ہے لہذا اسے یہ ملازمت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ جوزف نے اسے اپنا عہد یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ عمران کے علاوہ اور کسی کی بھی ملازمت نہیں کرسکتا۔ اس پر عمران نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ ہر حال میں اس کے احکامات کا پابند ہے اس لیے اسے یہ ملازمت اس کی خاطر اختیار کرنی پڑے گی"۔

بالآخر جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا تھا۔ "اچھا باس۔ لیکن میری بوتلوں کا کیا ہوگا؟"۔

"اگر ملازمت مل جائے تو تم اپنی شرط پیش کرسکو گے"۔

"مل جانے سے پہلے یا مل جانے کے بعد؟"۔

"ابے اب تو بہت زیادہ کھوپڑی چاٹنے لگا ہے" عمران جھلا گیا تھا۔ "اگر وہاں نہ ملیں تو تیری بوتلیں میری ہی ذمہ ہوں گی۔ مرا کیوں جارہا ہے، کیا میں نے تجھے اپنی ملازمت سے الگ کردیا ہے"؟۔

تب یہ بات جوزف کی سمجھ میں آئی کہ عمران اسے اپنی ملازمت سے الگ نہیں کر رہا بلکہ اس سے کوئی اہم کام لینا چاہتا ہے۔

لیکن اس وقت اس عظیم الشان عمارت کے اس وسیع ہال میں پہنچ کر اس کی کھوپڑی ناچ گئی تھی اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں خود بھی پاگل تو نہیں ہوگیا۔ ممکن ہے کہ اس طرح پاگل ہوا ہو کہ پاگل ہوجانے کا احساس ہی نہ ہوسکا ہو۔ لہذا ملازمت کے بہانے عمران نے اسے کسی پاگل خانے میں جھونک مارا ہے۔

وہ دم بخود وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً اس آدمی نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جو بکری سے لپٹا رو رہا تھا۔ وہ اب بھی روئے جارہا تھا لیکن توجہ جوزف کی طرف تھی۔

"اے شخص"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "خدا تجھ پر رحم کرے"۔

جوزف بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ رونے والے نے بکری کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "اب یہاں صرف ایک ایسے آدمی کی جگہ خالی ہے، جو بھینس کو دودھ پلا سکے"۔

"مجھ سے مت بولو"۔ جوزف سرخ سرخ آنکھیں نکال کر غرایا۔

"اتنی اونچی آواز میں نہ بول۔ میرا دل بہت کمزور ہے"۔ رونے والے نے کہا اور پھر بکری کی گردن سے لپٹ کر پہلے سے بھی زیادہ زور و شور کے ساتھ رونے لگا۔

پھر آرٹسٹ نے جوزف کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے زور سے سیٹی بجائی اور بولا۔ "آؤ میرے قریب آؤ، میں تمہیں بھی اس کھوپڑی پر حیات دوام بخش دوں گا"۔

یک بیک موٹا آدمی جس کی کھوپڑی پر تصویریں بن رہی تھیں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور آرٹسٹ کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا۔ "اگر تم نے میری کھوپڑی پر کسی حبشی کی تصویر بنائی تو میں تمہیں جہنم میں پہنچا دوں گا سمجھے"۔

آرٹسٹ اسی طرح چیخنے لگا تھا جیسے وہ سچ مچ جہنم ہی میں پہنچا دے گا۔

جوزف بوکھلاہٹ میں انگلیوں سے کراس بنانے لگا۔ پاگل خانے کا خیال بھی اتنی دیر میں اس کے ذہن سے نکل چکا تھا اور اس کی جگہ بری روحوں نے لے لی تھی۔

کیا وہ کسی بھوت خانے میں آ پھنسا ہے؟۔ لاتوشے کے تجربات آج بھی اس کے ذہن میں تازہ تھے۔

وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا لیکن دوسرے ہی لمحے میں کسی عورت کی آواز آئی۔ "ٹھہرو"۔

وہ رک کر مڑا۔ سامنے ہی ایک عورت دروازہ کا پردہ ہٹا کر ہال میں داخل ہو رہی تھی۔

جوزف کی پلکیں جھپک گئیں۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے چہرے سے تیز قسم کی روشنی چھوٹ رہی ہو۔

کچھ بھی ہو دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنی اس کمزوری پر غصہ آ گیا۔ لیکن وہ نہ جانے کیوں اپنے حرکات وسکنات سے غصے کا اظہار نہ کر سکا۔ عورت کیا تھی چاندنی نے سمٹ کر عورت کی شکل اختیار کر لی تھی۔

جوزف اس کے متعلق اس سے زیادہ نہ سوچ سکا۔

اس کے داہنے ہاتھ میں چمڑے کا ایک چابک تھا اور بایاں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ان پاگلوں کو گھور رہی تھی، جو اب اپنی پہلی سی حالتوں میں نہیں رہے تھے کوئی بھاگ کر کسی کرسی کے پیچھے جا چھپا تھا کوئی فرش پر اوندھا لیٹ گیا تھا اور کوئی دیوار سے سر ٹکائے اس طرح زور کر رہا تھا جیسے دیوار میں سوراخ کر کے دوسری طرف نکل جائے گا۔

"تم کون ہو"؟۔ اس نے جوزف کی جانب دیکھے بغیر کہا۔

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ کو ایک باڈی گارڈ کی ضرورت ہے"۔

"اچھا تو پھر"؟۔

"میں پہلے بھی بہتیرے آدمیوں کا باڈی گارڈ رہ چکا ہوں۔ آج کل بیکار ہوں مادام"۔

"کہاں کے رہنے والے ہو"؟۔

"ادیس ابابا۔۔۔۔۔ ابی سینیا مادام"۔

"نشانہ کیسا ہے"؟۔

"میں اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگا سکتا ہوں مادام"۔

"کیا ضمانت ہے کہ تم میری ملازمت کر ہی سکو گے"؟۔

"میں صرف باڈی گارڈ کے فرائض انجام دے سکتا ہوں مادام"۔

"وہی۔۔۔ وہی، میں تم سے بچوں کو دودھ نہیں پلواؤں گی"۔

"آپ کس قسم کی ضمانت چاہتی ہیں"؟۔

"اگر تم میری ملازمت نہ کر سکے تو مجھے تمہارے جسم کی کھال اتروا لینے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو"؟۔ اس نے پاگلوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

جوزف نے احمقانہ انداز میں سر ہلا دیا اور وہ بولی۔ "یہ سب میری ملازمت نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہیں ایسا بننا پڑا ہے"۔

"ہولی فادر"۔ جوزف آہستہ سے بڑبڑایا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بوڑھا آدمی بکری سے لپٹ کر دہاڑیں مارنے پر کیوں مجبور ہے اور وہ موٹا آدمی اپنی شفاف چندیا پر تصویریں کیوں بنوا رہا ہے اور یہ سب اس عورت سے اتنے خائف کیوں ہیں؟۔ آخر اس کی ملازمت کس قسم کی ہوتی ہے کہ لوگ ایسی سزائیں بھگت رہے ہیں؟۔

"مجھے کیا کرنا پڑے گا مادام"؟۔ جوزف نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔

"صرف باڈی گارڈ کے فرائض انجام دینے پڑیں گے"۔

"جوزف پھر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ عمران نے اسے یہاں کسی مقصد ہی کے تحت بھیجا ہوگا۔ لہذا اسے ہر حال میں وہی کرنا پڑے گا، جو عمران چاہے گا۔ اسے یہ ملازمت کرنی ہی پڑے گی۔

"ٹھیک ہے مادام۔۔۔۔ لیکن میری بھی ایک شرط ہے"۔ جوزف نے پھر ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"اوہ۔۔۔۔ تم بھی کوئی شرط رکھتے ہو۔ بتاؤ"؟۔

www.urduweb.org

"میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میری بوتلیں گنی جائیں اور نہ ہی مجھے اچھا لگتا ہے کہ پینے پلانے پر کسی قسم کی پابندی ہو یا میں ہر وقت پیتا رہتا ہوں"۔

"لیکن اس وقت شاید چھٹی پر ہو"۔ عورت نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"نہیں مادام، بوتل میری جیب میں موجود ہے"۔

"ہر وقت پیتے رہنے والا باڈی گارڈ کے فرائض کیسے انجام دے سکے گا"؟۔

"اگر کبھی نشے میں مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو شوق سے میری کھال اتروا دینا"۔

اسی وقت ایک آدمی ہال میں داخل ہوا اور دروازے کے قریب ہی رک گیا۔ یہ ایک قدآور جوان اور صحت مند آدمی تھا لیکن وضع قطع سے شائستگی نہیں ظاہر ہوتی تھی۔

عورت نے اس سے بھی پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اور جوزف نے ان کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ وہ بھی اسی کی طرح کوئی امیدوار ہی ہے کیونکہ عورت نے اس سے بھی اسی قسم کے سوالات کیے تھے۔

کچھ دیر بعد اس نے گھنٹی کا بٹن دبا کر دربان کو طلب کیا اور بولی۔ "اب کسی کو اندر مت آنے دینا وقت ختم ہو چکا ہے"۔

دربارن کے جانے کے بعد اس نے جوزف اور دوسرے آدمی کو مخاطب کیا۔ "تم دونوں ہی کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن مجھے صرف ایک کی ضرورت ہے"۔

دونوں نے ایک دوسرے کو کینہ توز نظروں سے دیکھا اور پھر عورت کی طرف متوجہ ہو گئے دفعتاً عورت چابک کو گردش دے کر دہاڑی۔ "جاؤ، تم سب نکلو یہاں سے"۔

پاگل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب بیک وقت دروازے ہی میں پھنس کر رہ جائیں گے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بکری وہیں کھڑی رہ گئی۔ عورت نے دو چار چابک رسید کر کے اسے بھی باہر ہانک دیا۔ جب وہاں سناٹا ہو گیا تو اس نے پھر دونوں کو مخاطب کیا۔ "تم دونوں میں سے صرف ایک ہی رکھا جا سکتا ہے"۔

"مادام کی مرضی"۔ جوزف نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"مجھے تم دونوں ہی بہتر معلوم ہوتے ہو۔ میں خود معلوم نہیں کر سکتی"۔

اردو ... خوش آمدید
پروایکٹیوز پروڈکشن

وہ دونوں اس جملے میں اضافے کے منتظر رہے لیکن وہ خاموش ہو کر ان دونوں کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے کچا ہی چبا جائے گی۔

"تم خود فیصلہ کرو"۔ تھوڑی دیر بعد وہ کسی کٹکھنی کتیا کی طرح غرائی۔

جوزف نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور اپنے حریف کی طرف دیکھنے لگا وہ بھی بالکل کسی بھوکے باز ہی کی طرح پر تول رہا تھا۔

"کرو گے مقابلہ"؟۔ جوزف نے لاپروائی سے پوچھا۔

"آؤ"۔ حریف اسے حقارت سے دیکھتا ہوا ہاتھ ہلا کر بولا۔

"فرنیچر نہ ٹوٹنے پائے"۔ عورت چابک نچا کر بولی۔

یک بیک دوسرا آدمی جوزف پر ٹوٹ پڑا۔ جوزف جو کبھی پیشہ ور مکا باز رہ چکا تھا اس جیسوں کو کب خاطر میں لاتا۔ دو تین ہاتھوں ہی نے اسے پست کر کے رکھ دیا لیکن پھر یک بیک عورت اس کا دل بڑھانے لگی۔

"اوہ۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔ تم اس حبشی سے دب رہے ہو۔ اپنی نسل کا نام ڈبو رہے ہو۔ شرم، تم تو خالص

عرب معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری رگوں میں خالص خون ہے شاباش۔۔۔۔۔۔ ہاں، اوہ۔۔۔۔۔۔ شرم شرم "

جوزف اس کے اس رویے پر متحیر رہ گیا۔ اگر وہ مقابلہ ملازمت کے فیصلے کے لیے تھا تو کسی ایک کا دل بڑھانے کا مقصد کیا ہو سکتا تھا؟۔ حریف جھلا جھلا کر حملے کرنے لگا، حالانکہ وہ لڑائی کے گر سے زیادہ واقف نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن تھا جاندار۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنی پٹائی کے بعد اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکتا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شکست پر موت کو ترجیح دینا پسند کرے گا۔

عورت کبھی ہنس پڑتی اور کبھی دوسرے آدمی کو غیرت یاد دلانے لگتی۔

----------------------*-----------*

قمار خانے کی فضا رنگین سہی لیکن صفدر کا دم گھٹ رہا تھا۔ اس کے برخلاف عمران کا چہرہ کسی ایسے بچے کے چہرے سے مشابہہ نظر آ رہا تھا، جو والدین کو دھوکے میں رکھ کر کسی بری مگر اپنی پسندیدہ جگہ پر پہنچ گیا ہو۔ شراب اور تمباکو کے دھوئیں کی ملی جلی بو فضا میں رقص کر رہی تھی۔ صفدر کے نتھنے سکوڑ کر برا سا منہ بنایا اور عمران پلکیں جھپکا کر بولا۔ " کیا تمہیں لاتوشے کی مسوری دال یاد آ رہی ہے "؟۔

" بھئی مجھے جانے ہی دیجئے "۔

" کیا تم اپنی حجامت بنوانا چاہتے ہو "؟۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ " عمران ایک خالی میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دو تین میزیں ہی خالی نظر آ رہی تھیں۔ کئی جگہ مختلف قسم کے جوے ہو رہے تھے۔ کھلاڑیوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ کچھ لوگ ایسے بھی دکھائی دے رہے تھے جن کا کوئی مشغلہ نہیں تھا البتہ گلاس کی بوتلیں ان کی میزوں پر موجود تھیں۔

" بیٹھو "۔ عمران صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

یہاں کوئی بھی کسی کی طرف متوجہ معلوم نہیں ہوتا تھا سب اپنی ہی دھن میں تھے ایسے ماحول میں صفدر کو آرکسٹرا کا نغمہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کثیر العیال اور لاپرواہ عورت کے بچے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہوں۔ وہ اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کیا پیو گے"؟ عمران نے پوچھا۔

"خون" صفدر جھلا گیا۔

"آہا۔۔۔ تو کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ہم یہاں ٹھنڈا پانی پینے آئے تھے"۔

یک بیک ہال میں غیر معمولی قسم کا شور اٹھا۔ اس میں قہقہے چیخیں بے تکی پھبتیاں سبھی شامل تھیں۔

عمران نے دیدے نچا کر چاروں طرف دیکھا اور پھر انہیں وہاں وہ غیر معمولی چیز نظر آ ہی گئی، جو اس غیر معمولی شور کا باعث بنی تھی۔

یہ ایک بوکھلائی ہوئی بکری تھی، جو اس غل غپاڑے سے زیادہ بوکھلا کر چاروں طرف دوڑتی پھر رہی تھی، یہی نہیں بلکہ ایک باریش معمر آدمی اس کے پیچھے روتا بھی پھر رہا تھا۔

"یہ کیا حماقت ہے"؟ صفدر بڑبڑایا۔

"سو فیصدی اپنے معیار کی چیز ہے" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ بوڑھا مجھے کوئی بڑا مفکر اور حقیقت پسند معلوم ہوتا ہے۔ ارے میاں بکریوں کے پیچھے روتے پھرتو ایک بات بھی ہے کیونکہ وہ دودھ دیتی ہیں۔ بھلا یہ محبوبائی سال میں کتنے انڈے دیے ڈالتی ہوں گی جن کے لیے چچا غالب پتھر کی دیوار کی تمنا کیا کرتے تھے۔ شعر سنا ہے نا۔۔۔۔ خیر سنو۔۔۔۔

"کہاں تک روؤں اس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی"

"اشعار کی مٹی پلید کرنا بھی بس آپ ہی کا کام ہے۔ اوہ مگر یہ کیا" صفدر نے یک بیک نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

ایک آدمی نے بوڑھے کی داڑھی پکڑ لی تھی اور سر پر بڑی تیزی سے ہاتھ جھاڑے چلا جا رہا تھا۔ دو ویٹروں نے بکری کے کان پکڑ رکھے تھے۔

"یہ بات البتہ غیر مناسب ہے" عمران نے آہستہ سے سر ہلا کر مغموم لہجے میں کہا۔

"کیا قصہ ہے"؟ صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔ "اس ٹپ ٹاپ جوئے خانے میں اس قسم کی لغویات کا کیا کام"؟

بوڑھے کی مرمت کرنے والا اب بھی اس کی داڑھی پر زور آزمائی کر رہا تھا لیکن سر پر چلنے والا ہاتھ رک گیا تھا پھر وہ اسے داڑھی ہی سے پکڑے ہوئے ایک دروازے کی جانب کھینچنے لگا۔ بکری بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے لے جائی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد یہ ہنگامہ بھی ختم ہو گیا اور کسی نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے مائیک پر کہا۔ خواتین و حضرات مجھے بیحد افسوس ہے کہ لیڈی مونیکا کے دو جانوروں کی وجہ سے آپ کے مشاغل میں خلل پڑا"۔

" بکواس بند کرو"۔ کسی گوشے سے کوئی حلق پھاڑ کر چیخا۔ "روز ہی یہی ہوتا ہے تم لوگ لٹیرے ہو۔ کبھی کوئی بکری گھس آتی ہے کبھی کوئی پاگل آرٹسٹ"۔

"بیٹھ جائیے جناب"۔ مائیک سے آواز آئی۔ "لیڈی مونیکا اور ان کے جانور آپ کی دلبستگی کا باعث ہیں۔ آپ میں سے بیشتر صرف اسی لیے یہاں آتے ہیں کہ لیڈی مونیکا کی نت نئی شرارت سے محفوظ ہو سکیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔ٹھیک ہے"۔ بیک وقت بہت سی آوازیں ہال میں گونجیں" مونیکا مونیکا ڈارلنگ"۔

احتجاج کرنے والا ایک میز پر کھڑا ہو کر دہاڑنے لگا۔ "تم لٹیرے ہو لٹیرے ہو۔ میں جانتا ہوں تمہیں۔ اچھی طرح جانتا ہوں"۔

"نمبر تین"۔ مائیک سے آواز آئی۔ "اسے اٹھا کر سڑک پر پھینک دو"۔

"خبردار۔۔۔۔۔اگر کوئی میرے قریب بھی آیا"۔ احتجاج کرنے والے نے ریوالور نکال لیا۔

"یہ ہوتی ہے"؟۔ عمران مسکرایا۔

"اوہ"۔ مائیک سے آواز آئی۔ "تم شاید مجھے ہی بلا رہے ہو"؟۔

"آتو ہی آ"۔ احتجاج کرنے والے نے للکار کر کہا۔ "میری یہی خواہش ہے"۔

"ہال میں سناٹا چھا گیا۔ آرکسٹرا کی موسیقی تو اسی وقت بند ہو گئی تھی جب مائیک پر مجمع کو مخاطب کیا گیا تھا۔

"اب تم غالباً یہاں کے ایک خطرناک آدمی سے ملو گے"۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ"۔ صفدر برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا کیونکہ اس نے اس "خطرناک " آدمی کو دیکھ لیا تھا، جو ایک

دروازے سے نکل کر احتجاج کرنے والے کی میز کی جانب بڑھ رہا تھا۔

یہ ڈھائی یا تین فٹ اونچا ایک بونا تھا۔ صفدر نے بارہا سرکوں میں اس قسم کے بونے دیکھے تھے اور ان کے مسخرہ پن سے محظوظ بھی ہوا تھا۔

" کیوں، کیا تم مذاق سمجھتے ہو "؟ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ " یہ اس قمار خانے کا مالک ہے اور یہاں کے کروڑ پتیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مدمعاش اس کا نام سن کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں"۔

بونا میز کے قریب پہنچ چکا تھا۔ صفدر نے محسوس کیا کہ احتجاج کرنے والے کا وہ ہاتھ کانپ رہا ہے جس میں ریوالور تھا۔ کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

" میں تمہیں مار ڈالوں گا"۔ دفعتاً احتجاج کرنے والا خوفزدہ سی آواز میں چیخا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں میز الٹ گیا اور اس کا سر کافی زوردار آواز کے ساتھ فرش سے ٹکرایا۔ ریوالور کی گولی چھت کا پلاسٹر اکھاڑتی ہوئی پھر فرش پر واپس آ گئی تھی۔ پھر اسے دوسرا فائر کرنے کی مہلت نہ مل سکی۔ بونے نے ریوالور چھین لیا تھا اور اس کے سر پر دو تین ٹھوکریں بھی رسید کر دی تھیں۔

صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بونے کی واپسی بھی دیکھ رہا تھا جو اس شان سے ہوئی تھی جیسے اسے قطعی اطمینان ہو کہ اس اسٹیج پر کوئی اشارتاً بھی احتجاج کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ پٹنے والا اب بھی فرش پر چت پڑا ہوا تھا بونا ایک دروازے میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔

ہال کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری تھا۔

" کھسک لینا چاہئے اب "۔ صفدر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

" کیوں "؟۔

"باہر۔۔۔۔ فائر کی آواز یقیناً پہنچی ہو گی، اس لیے پولیس"۔

" چھوڑو "۔ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ " اگر کسی ڈیوٹی کانسٹیبل نے بھی آواز سنی ہو گی تو انجان بن کر آگے بڑھ گیا ہو گا۔ اس علاقے میں ڈگلو کی بادشاہت ہے"۔

"ڈگلو کون"؟۔

"یہی بونا"۔

دو ویٹر بیہوش آدمی کو فرش سے اٹھا کر ایک طرف لے جا رہے تھے لیکن صفدر کی نظر صدر دروازے پر تھی۔ اسی یقین تھا کہ پولیس ضرور متوجہ ہوگی۔ اس نے عمران کی طرف مڑ کر کہا۔ "ہم یہاں کیوں آئے تھے"؟۔

"جوا کھیلنے، اور ضرور کھیلیں گے"۔

آرکسٹرا پھر موسیقی بکھیرنے لگا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی خاص واقعہ سرے سے ہوا ہی نہ ہو۔ لوگ پہلے ہی کی طرح پھر اپنے مشاغل کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"جب وہ ایسا ہی خطرناک آدمی ہے تو اس نے اسے چیلنج کرنے کی ہمت کیسے کی تھی"۔ صفدر نے کہا۔

"کوئی لٹا ہوا جواری ہوگا" عمران نے جواب دیا۔ "اور اسے ایسے ہی کسی موقع پر چوٹ ہوئی ہوگی۔ کیا خیال ہے، یہ بکری اور اس کے عاشق کا کھیل کیسا رہا تھا، کیا اچھی خاصی ابتری نہیں پھیل گئی تھی۔ اسی ہنگامے کے دوران جوئے میں بڑی سے بڑی بے ایمانی کی جا سکتی ہے کیونکہ لوگ تو ان عجوبوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں"۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ عرصے سے ان لوگوں کی ٹوہ میں رہے ہوں"؟ صفدر نے حیرت سے کہا۔

"حالانکہ ہم نے یہاں چار دن سے زیادہ نہیں گزارے۔" عمران مسکرایا۔ میں تمہیں یہاں اسی لیے لایا ہوں کہ ان لوگوں سے متعارف ہو سکو جن سے اب سابقہ پڑتا ہے"۔

"اوہ۔۔۔۔تو کیا یہ بونا ہی کے آدمی ہے"؟۔

"بونا کے مخالف۔۔۔" عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اتنی جلدی یہ بھی معلوم کر لیا"؟۔

"ہاں۔۔۔۔میں نے بالی پر نظر رکھی تھی"۔

"تو پھر بالی کے قاتل یہی لوگ ہوں گے"؟۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا، ویسے بالی اس بونے سے اسی لیے ملا تھا کہ وہ اسے بونا کے آدمیوں سے بچائے”۔

"کیا بونا کا گروہ یہاں بھی موجود ہے"؟۔

"بونا" عمران نے طویل سانس لی۔ "یہاں بونا اس خبیث روح کو کہتے ہیں جو کسی بھی پستہ قد آدمی کے جسم میں حلول کرسکتی ہے۔ ایکسٹو کے مقامی ایجنٹوں نے یہی بتایا ہے کہ یہاں ہر پستہ قد آدمی پر بونا کا شبہ کیا جاسکتا ہے"۔

"تو پھر وہ یہیں ہوگا"؟۔

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ آج تک اس کے گروہ کا ایک آدمی بھی گرفتار نہیں ہوسکا۔ ویسے اس کی اور اس کے گروپ کی یہاں خاصی شہرت ہے"۔

"میں تو سمجھ رہا تھا کہ ہم لوگ صرف آرام کررہے ہیں مگر آپ نے۔۔۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ آہستہ آہستہ چیونگم کچل رہا تھا۔

"اچھا تو وہ آدمی کون تھا جس نے ہمیں یہاں بھیجا تھا"۔ صفدر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اسی جوئے خانے کا ایک ایجنٹ، جو اناڑی قسم کے غیر ملکیوں کو پھانس کر یہاں بھیجتا ہے اور وہ خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں"۔

پروجیکٹیوز پروڈکشن

" کیا آپ کی جیب میں زیادہ رقم موجود ہے"؟۔

"ہوگی" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن ہارنے کے لیے صرف ساڑھے چار شانگ ہیں ویسے ساڑھے چار شانگ میں ہم سب کا کفن بھی تیار ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم ساڑھے چار شانگ جیت لینے کے چکر میں پڑ جائیں"۔

" مگر یہ رقم آئی کہاں سے؟۔ ہم تو بالکل قلاش تھے"؟۔

"یار میری کھوپڑی کھانے کی بجائے اپنی کھوپڑی پر زور دو جہاں ایکسٹو کے ایجنٹ موجود ہوں وہاں ہم قلاش کیسے رہ سکتے ہیں"۔

"آپ نے اس سے رابطہ کیسے قائم کیا تھا۔ کیا آپ کو پہلے ہی سے علم تھا کہ وہ یہاں موجود ہیں"؟۔

"مجھے علم ہوتا تو تمہیں کیوں نہ ہوتا" عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"پھر آخر یہ کیسے ہوا"؟۔

"ان لوگوں نے خود مجھے ہی ڈھونڈ نکالا تھا"۔

"او ہو تو ایکس ٹو کو اس کا علم تھا کہ ہم تو لاشے سے نکل آئے"۔

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔ عمران نے کہا اور اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گیا جس کا پردہ آہستہ آہستہ کھسک رہا تھا۔ آرکسٹرا نے دھن بدل دی تھی اور صرف وائلن اور دف ہلکے ہلکے سروں میں بج رہے تھے۔ پورا پردہ ہٹ گیا۔ لیکن اسٹیج ویران پڑا تھا۔ دفعتاً ہال "مونیکا سوئٹ مونیکا" کے نعروں سے گونجنے لگا۔ صفدر نے محسوس کیا کہ کھیلنے والوں نے بھی ہاتھ روک لیے ہیں اور ان کی توجہ بھی اسٹیج ہی کی جانب مبذول ہو چکی ہے۔

اسٹیج صد ہا برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ ایک پل کے لیے موسیقی تھمی ہی نہ تھی کہ کسی نے مائیک پر کہا۔ آرہی ہے، لیڈی مونیکا آرہی ہے۔ آج وہ آپ کے لیے ایک بالکل نئی تفریح لائی ہے اس پروگرام کا نام ہے موت کے متلاشی"۔

یک بیک ایک آدمی بائیں جانب سے اسٹیج کے وسط میں آ پڑا۔ وہ سر سے پیر تک خون میں نہایا ہوا تھا۔ لباس چیتھڑوں کی شکل میں اس کے جسم پر جھول رہا تھا۔ اس کے بعد ہی ایک سیاہ فام آدمی غراتا ہوا اس کی جانب سے اسٹیج پر آیا۔

پہلا آدمی اسے دیکھتے ہی اٹھ بیٹھا۔ پھر عورت نظر آئی جو چابک نچا رہی تھی۔

"مونیکا۔۔۔۔۔سوئٹ آف آل۔۔۔مونیکا۔۔۔۔۔ہیلو"۔ ہال میں نعرے گونجے۔

عورت جو کچھ بھی کہہ رہی تھی۔ اسے نہ سنا جا سکا۔ اس کے مخاطب صرف وہی دونوں معلوم ہوتے تھے جواب پھر ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے پوز میں آ گئے تھے۔ ایک کی حالت بہت ابتر تھی۔

"ارے"۔ یک بیک صفدر حیرت سے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ عمران کی طرف مڑا اور شاید اس کی حیرت اس بنا پر اور زیادہ بڑھ گئی کہ عمران کی آنکھوں میں حیرت کا شائبہ نہ تھا۔

"یہ تو۔۔۔۔یہ تو۔۔۔۔۔جوزف معلوم ہوتا ہے"۔ صفدر بھرائی آواز میں بولا۔

"ہاوں"۔ عمران نے اس طرح اس کے کان کے قریب ہاتھ ہلایا جیسے مچھر اڑائے ہوں۔

"خدا کی پناہ کہیں وہ اس آدمی کو مار ہی نہ ڈالے ۔ یہ کیا ہو رہا ہے"؟ ۔

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے میری لاعلمی میں ہو رہا ہے ۔ یہ بیچارہ تو ملازمت کی تلاش میں آیا تھا۔ "واہ۔۔۔۔۔ واقعی وہ اسے ختم کر ہی دے گا"۔

جوزف اپنے حریف کو بری طرح پیٹ رہا تھا لیکن وہ بھی شائد شکست تسلیم کر لینے پر تیار نہیں تھا۔ عورت برابر چابک گھما گھما کر کچھ کہے جا رہی تھی ۔

تقریبا دس منٹ تک یہ لڑائی جاری رہی اور ہال پر قبرستان کا سا سناٹا مسلط رہا پھر مائیک سے آواز آئی ۔" کیا کوئی الگ کر سکتا ہے ۔ اگر یہ ممکن ہو تو ایسے آدمی کو بیس پونڈ نقد انعام دیا جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ صرف ایک ہی آدمی"۔

"اگر کوئی میرے قریب آیا تو ٹانگیں چیر پھینک دوں گا"۔ جوزف دہاڑا۔

" کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں" صفدر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "پتہ نہیں وہ بیچارہ کون ہے اور کیوں پٹ رہا ہے"۔

"تو پھر بے چارہ میں کیا کر سکتا ہوں" عمران نے جواب دیا۔

ایک گرانڈیل قسم کا آدمی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"واپس جاؤ"۔ جوزف دہاڑا لیکن وہ آدمی آگے ہی بڑھتا رہا۔ اور پھر اسٹیج پر پہنچتے ہی جھپٹ کر دونوں کے درمیان آ گیا۔ جوزف کا حریف اسکے پیچھے کھڑا جھومتا رہا۔ لیکن جوزف نے کسی خونخوار چیتے کی طرح درمیانی آدمی پر چھلانگ لگائی ۔۔۔۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اسٹیج کے نیچے تھا اس کے بعد وہ پھر اپنے حریف پر جھپٹ پڑا۔

پتہ نہیں اسٹیج کے نیچے گرنے والا سچ مچ بیہوش ہو گیا تھا یا اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ چپ چاپ آنکھیں بند کئے پڑا رہے ۔ اٹھنے کی صورت میں اس کی آن اسے پھر اسٹیج کا رخ کرنے پر مجبور کرتی ، لیکن بعض حالات میں جان کو آن پر ہی ترجیح دینا پڑتا ہے ۔

"اب مجھے ہی اٹھنا پڑے گا پتہ نہیں یہ کیا چکر ہے" عمران بڑبڑایا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر یک بیک کر اٹھ

کر انگریزی میں چیخا۔ "ضرور اس کے جسم میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہے"۔ میں اسے اپنے کالے جادو سے زیر کروں گا"۔

جوزف نے اس کی آواز سن کر آنکھیں پھاڑیں اور عمران آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھنے لگا، جوزف نے ہاتھ روک لیے تھے اور احمقوں کی طرح کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کا حریف بھی کھڑا آگے پیچھے جھولتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ گرنے ہی والا ہے لیکن شاید قوت ارادی ہی اسے سہارا دے رہی تھی۔

مونیکا نے بھی عمران کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں وہ اسٹیج کے داہنے گوشے میں تھی اور اس کا گھومتا ہوا چابک تھم گیا تھا۔

عمران اسٹیج پر پہنچ کر جوزف کی طرف توجہ دینے کی بجائے مجمع کی جانب مڑا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "دیکھا آپ نے کالے جادو کا کمال۔۔۔ صرف نام ہی سن کر اس کا دم نکل گیا اسے مجبور کیجئے کہ مجھ پر بھی ہاتھ اٹھائے"۔

جوف دم بخود کھڑا رہا۔

"کالے آدمی مار اسے"۔ مونیکا فرش پر چابک مارتی ہوئی بولی۔ لیکن جوزف نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

عمران نے جوزف کی طرف توجہ دیئے بغیر مجمع کو مخاطب کیا۔ "اب دیکھئے کہ وہ کس طرح میری انگلیوں پر ناچتا ہے۔ وہ جوزف کی طرف مڑا۔۔۔ اور مداریوں کے سے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر اردو میں اس طرح بڑبڑانے لگا جیسے سچ مچ جادو ہی پڑھ رہا ہو۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ابے جوزف کے بچے ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تم مجھے جانتے ہو آنکھیں اندر کر کے جھومو اور پھر تڑ سے گر کر بیہوش ہو جاؤ ورنہ کھال اتار دوں گا"۔

"او جبشی۔۔۔۔ نابکار مارتا کیوں نہیں اسے۔۔۔۔ مونیکا جھلا کر چیخی۔ مگر جبشی نابکار اتنی اردو تو سمجھتا ہی تھا کہ فوری طور پر عمران کے حکم کی تعمیل کر سکتا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اسی طرح جھومنے لگا جیسے جادو کے زیر اثر آ گیا ہو۔

ادھر وہ گرا اور ادھر مونیکا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ عمران تیزی سے جوزف کے حریف کی طرف مڑا۔

"بھاگو۔۔۔۔ بھاگ جاؤ۔۔۔۔۔ ورنہ جیسے ہی اسے ہوش آئے گا تم مر جاؤ گے"۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا بائیں جانب والے دروازے میں داخل ہو گیا۔ مونیکا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کھڑی تھی۔

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ بہر حال اس کی یہ حرکت مونیکا کو غصہ دلانے کے لیے کافی تھی۔

"میں تمہیں تمہارے جادو سمیت خاک میں ملا دوں گی۔ " وہ دانت پیس کر بولی۔ اتنے میں جوزف بھی اٹھ کر بھاگ نکلا۔

"پہلے میرے بیس پونڈ دلواؤ، ورنہ میرا کالا جادو تمہیں انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی بھی بنا سکتا ہے"۔

"بدتمیز۔۔۔۔۔ " وہ غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

ہو سکتا تھا کہ اس قسم کا لہجہ اس کے لیے نئی چیز ہو۔ عمران تو ویسے بھی انتہائی حلیم اور بردبار لوگوں کو بھی غصہ دلا دینے کا ماہر سمجھا جاتا تھا اس نے مجمع کی طرف مڑ کر ہاتھ ہلائے اور بولا۔ "بیس پونڈ"۔

"بیس پونڈ ادا کر دیے جائیں"۔ مائیک پر بولنے والے نے کہا۔

اب وہ آدمی بھی اٹھ رہا تھا، جو حبشی کے پہلے ہی گھونسے پر اسٹیج سے لڑھک کر بے ہوش ہو گیا تھا اس نے اپنی آنکھیں ملیں اور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس طرح اسٹیج پر چھلانگ لگائی جیسے اس بار اس حبشی کو مار ہی ڈالے گا جس نے بھرے مجمع میں اس کی توہین کی تھی۔

" کہاں گیا ہو"؟۔ گرانڈیل آدمی دونوں ہاتھ پھیلا کر دہاڑا۔

"خالص مکھن کی تلاش میں"۔ عمران نے پر مسرت لہجے میں جواب دیا۔

"اس نے تمہارے شکار کو بھگا دیا"۔ مونیکا غرائی۔ "تم کیسے مرد ہو کہ تمہارا شکار کوئی دوسرا چھین لے جائے"۔

" کیوں"؟۔ گرانڈیل آدمی نے عمران کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

"یہ جادوگر نہیں کوئی فراڈ ہے۔۔۔۔۔ اس سے ڈرو مت"۔ مونیکا زہریلے لہجے میں بولی۔

" کالے لوگ جادو کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ دہشت زدہ ہو کر بھاگا ہے۔ جادو سے نہیں"۔

" کیوں "؟۔ گرانڈیل آدمی عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔ اور ایک بار پھر اس نے بڑی حقارت سے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ عمران بظاہر اس کے تن و توش کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔

"اتنی دیر"۔ مونیکا نے پھر اسے غیرت دلائی۔ "بزدل کہیں کے۔ اپنے اس پہاڑ جیسے جسم کو کسی گندے نالے میں غرق کر دو"۔

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ اس نے ایک بار پھر مونیکا کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے بیک وقت دو حملوں سے بچنا پڑا۔ ایک طرف سے گرانڈیل آدمی نے اس کے منہ پر مکا مارا تھا اور دوسری طرف مونیکا نے چابک گھمایا۔ لیکن چابک گرانڈیل کے آدمی کے داہنے گال پر پڑا۔۔۔۔ اور مکا بھلا عمران کے منہ پر کیا پڑتا۔ وہ تو اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔"

کالا۔۔۔ جادو۔۔۔۔۔۔ دیکھا تم نے۔۔۔۔۔ ہاہا"

گرانڈیل آدمی دونوں ہاتھوں سے گال دبائے ہوئے مونیکا کی طرف مڑا۔۔۔ چابک پوری قوت سے پڑا تھا کھال پھٹ گئی تھی خون کے موٹے موٹے قطرات فرش پر ٹپک رہے تھے۔

مونیکا جھلا کر عمران پر جھپٹی لیکن ٹھیک اسی وقت بوبا دونوں کے درمیان آ گیا۔

"نہیں ڈارلنگ"۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "غصہ تھوک دو۔ تم خواہ مخواہ اس سے الجھ پڑی ہو"۔

"تم ہٹ جاؤ"۔ مونیکا بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اور عمران مجمع کی طرف منہ کئے ہنس رہا تھا۔

"ارے تم نے میرا گال کیوں پھاڑ کر رکھ دیا"۔ گرانڈیل آدمی دہاڑا۔

"تم۔۔۔ تم فوراً دفع ہو جاؤ یہاں سے بزدل کہیں کے"۔ مونیکا اس پر الٹ پڑی۔

"جائیے جناب آپ خواہ مخواہ بیچ میں آ کودے۔ تشریف لے جائیے"۔ بوبا زہریلے لہجے میں بولا۔

عمران نے محسوس کیا کہ گرانڈیل آدمی مزید کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا ہے۔ پھر اس نے اسے اسٹیج سے اتر کر میزوں کی جانب جاتے دیکھا وہ اب بھی اپنے داہنے گال پر رومال رکھے ہوا تھا۔

"میرے بیس پونڈ"۔ عمران نے ہانک لگائی۔

"ابھی مل جائیں گے۔ کیا تم کوئی غیر ملکی ہو"۔ بوبا عمران کو گھور رہا تھا۔

"میں یوگوسلاویہ کا باشندہ ہوں"۔

"اچھا۔ اچھا" بونے اس طرح سر ہلایا جیسے یوگوسلاویہ کا باشندہ ہونا کوئی بہت اچھی بات ہو۔ پھر بولا۔" میرے آفس میں چلو تمہارے بیس پونڈ ادا کردوں"۔ "تم واقعی باکمال آدمی ہو۔ آؤ تم بھی آؤ ڈارلنگ"۔

وہ پھدک کر اسٹیج کے نیچے پہنچ گیا اور عمران اس طرح جھک کر فرش پر دیکھنے لگا جیسے اسے تلاش کر رہا ہو۔ اس حرکت پر مجمع سے قہقہے بلند ہوئے۔

"بیہودے۔۔۔ بدتمیز"۔ مانیکا نے پھر چابک کا وار کیا لیکن چابک زمین پر پڑا کیونکہ عمران تو اب اسٹیج کے نیچے تھا۔

پھر وہ بونے کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مونیکا غصے میں اپنا نچلا ہونٹ چبا رہی تھی۔

"ہے۔۔۔ لیڈی مونیکا۔۔۔۔ مونیکا۔۔۔۔ آ۔۔۔ آ۔۔۔۔۔" مجمع پھر شور مچانے لگا۔ لیکن وہ تیزی سے اسٹیج کے دائیں جانب والے دروازے میں مڑ گئی۔

اردو ہر خوش آمدید
پروایکٹیوز پروڈکشن

----------------------*-----------*

قصر جمیل کا شمار شہر کی بڑی اور عظیم الشان عمارتوں میں ہوتا تھا۔ اور اس کی شہرت اس ضرب المثل کی وجہ سے بڑھی تھی کہ یہ ایک چیونٹی نے اٹھایا ہے۔" یہ جملہ بنیادی طور پر ضرب المثل رہا ہو یا نہ رہا ہو لیکن اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ضرب المثل کے مجموعے میں ایک جدید ترین اضافہ ضرور ہے۔

باہر سے آنے والے سیاح اس عمارت کے گرد منڈلاتے رہتے تھے کہ کسی طرح اسے اندر سے دیکھ سکیں۔ وہ دراصل اس "چیونٹی" کو بھی دیکھنا چاہتے تھے جس نے یہ پہاڑ کھڑا کیا تھا۔ یہ چیونٹی تھی ساڑھے تین فٹ کا بونا۔۔۔ جس نے قصر جمیل کے ایک حصے میں قمار خانہ کھول رکھا تھا اسی قمار خانے کی وجہ سے سیاحوں کی یہ خواہش پوری ہو جاتی تھی کہ وہ اس عمارت کو نہ صرف اندر سے دیکھ سکیں بلکہ عمارت کے مالک یا دنیا کے

آٹھویں عجوبہ سے بھی ملاقات ہو سکے۔ لیکن قمار خانے میں پہنچ کر تجسس کی پیاس اور بڑھ جاتی تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ کسی بونے کا اتنی شاندار عمارت بنوا بیٹھنا اتنی حیرت انگیز چیز نہیں ہو سکتی جتنی کہ کسی خوبصورت اورالجیم شحیم عورت کا اس پر عاشق ہو جانا۔ وہ قمار خانے میں لیڈی مونیکا کے تذکرے سنتے۔ کبھی کبھی وہ انہیں نظر بھی آجاتی ان کے منہ حیرت سے کھلتے اور بند ہو جاتے۔ یہ اسی بونے کی محبوبہ تھی۔ پھر وہ لیڈی مونیکا ہی کے درشن کے لیے روزانہ چکر کاٹتے۔ قمار خانے میں داخل ہوتے تو اناڑی قسم کے لوگ بھی تفریحاً ہی سہی کھیلتے ضرور تھے۔ لیکن کیا لیڈی مونیکا تک رسائی ممکن تھی؟۔ کیا وہ بونے کی محبوبہ کسی کو خاطر میں لاتی تھی؟۔ وہ کتنی خطرناک عورت تھی۔ یہ وہی لوگ جانتے تھے جن کا اس سے دن رات کا سابقہ رہتا تھا۔ عمارت میں ملازمین کی فوج موجود تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ مونیکا تھوڑی دیر بعد کس قسم کے موڈ میں ہوگی۔ اسے غصے میں بھری ہوئی دیکھ کر وہ کونوں کھدروں میں چھپتے پھرتے تھے۔

اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔۔۔ جیسے ہی انہوں نے اس کے ہنٹر کی پھنکار سنی۔ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ہو سکتا ہے کہ خواب گاہ میں یہ ہنٹر اس کے اپنے ہاتھ سے جدا ہو جاتا ہو لیکن خواب گاہ سے باہر کبھی کسی نے اسے خالی ہاتھ نہیں دیکھا تھا۔ کھانا بھی خواب گاہ ہی میں کھاتی تھی۔ اور اس وقت کوئی خادم اس کے قریب موجود نہیں ہوتا تھا۔ بہتیرے تو ازراہ مذاق کہا کرتے تھے کہ وہ کھانا بھی ہنٹر سے کھاتی ہوگی۔

وہ آندھی اور طوفان کی طرح ہال میں داخل ہوئی۔ جوزف یہیں موجود تھا بھلا وہ دوسروں کی طرح کیوں بھاگتا۔ اول تو اسے س عورت کا تجربہ نہیں تھا۔ دوسرے یہ تو بڑی بزدلی ہوتی کہ وہ صرف ہنٹر کی پھنکار ہی سن کر بھاگ نکلتا۔ البتہ وہ کسی نئے حادثے کا منتظر ضرور تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ اسی ہال سے ان دونوں کو اسٹیج کی طرف ہانک لے گئی تھی۔ جوزف کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ تماشا بننے والا ہے۔ وہ تو یہی سمجھا تھا کہ عورت زندہ دل ہے اور لڑائی بھڑائی سے دلچسپی رکھتی ہے اس لیے یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ لوگ لڑتے وقت اس کے ہنٹر کا بھی خیال رکھیں۔ یعنی لڑیں بھی اور ہنٹر کی مار سے بھی بچتے رہیں۔ بس پھر وہ لڑتے اور ہنٹر کی مار سے بچتے ہوئے ایک جانب چلے نکلے تھے اس وقت یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ انہیں کسی خاص سمت میں ہانک رہی ہے۔ وہ تو اسٹیج کے دروازے سے گذر کر روشنی میں آنے کے بعد ہی جوزف کو احساس ہوا تھا کہ ہنٹر بازی کا مقصد کیا تھا؟۔

بہرحال وہ دوبارہ ہنٹر کی پھنکاریں سن کر کسی نئے حادثے کے لیے تیار ہو گیا۔ مونیکا پہلے تو تیزی سے اس کی طرف بڑھی پھر رک گئی۔ دونوں کے درمیان صرف پانچ یا چھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ یعنی وہ اتنی دور سے اپنا ہنٹر بخوبی استعمال کر سکتی تھی۔

"بھگوڑے"۔ اس نے دانت پیس کر کہا۔

"میری بات سنو مادام"۔ جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن بھوتوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے"۔

"تم گدھے ہو۔ وہ ایک بیوقوف سا آدمی تھا"۔

"کالا جادوگر"۔ جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کبھی اس کی شکل میرے باپ کی سی ہو جاتی تھی کبھی دادا کی سی۔ یہ دونوں بڑے ظالم تھے۔ میں کیسے ہوش میں رہ سکتا تھا مادام، وہ دیکھو اس آدمی کو دیکھو۔ کیا اس میں اتنی ہمت ہے کہ اٹھ کر اپنے گھر تک پہنچ سکے"۔

اردو خوش آمدید
پروایکٹیوز پروڈکشن

جوزف نے اپنے حریف کی طرف اشارہ کیا تھا۔ "جو ایک جانب فرش پر پڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"بکواس مت کرو، تم جیسے بزدل کو ملازمت نہیں دے سکتی"۔ اس نے فرش پر ہنٹر مارتے ہوئے کہا۔

"تو میری یہ محنت یونہی برباد ہوئی"۔ جوزف غرایا۔

"چلے جاؤ ورنہ ہڈیوں تک کا پتہ نہ لگے گا"۔

"اوہ"۔ جوزف نے مٹھیاں بھینچ لیں چند لمحے اسے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ ہوش میں آؤ، اگر ان لوگوں کے سامنے جو تم سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ تمہاری توہین ہوئی تو کتنی بری بات ہو گی"۔

یک بیک مونیکا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ وہ جوزف کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"میرا ہاتھ عورتوں پر بھی اٹھ سکتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہوں"۔ جوزف غرایا۔

"اس کے باوجود بھی ایک بے وقوف سا آدمی تمہیں اس طرح خوف زدہ کر گیا"؟۔ مونیکا مسکرائی۔

"بھوت تھا"۔

" کسی سرکس کا مسخرا "؟۔

"میں نہیں مان سکتا"۔

"اگر تم اسے قتل کر دو تو میں تمہیں ایک ہزار پونڈ دوں گی اور مستقل ملازمت"۔

"فی الحال تم مجھے اتنی رقم دلوا دو جس سے چھ بوتلیں خریدی جا سکیں، نہ میں کسی کو قتل کروں گا اور نہ ملازمت"۔

"تب پھر دفع ہو جاؤ، میں تمہیں ایک پینی بھی نہیں دے سکتی"۔

"اچھی بات ہے تو پھر میں تمہارے ہوٹل میں گھس کر توڑ پھوڑ مچاؤں گا"۔

"تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے"۔ مونیکا نے سرد لہجے میں کہا۔

"بلاؤ اپنے آدمیوں کو۔۔۔۔ یا تو میں چھ بوتلوں کے دام وصول کروں گا یا سچ مچ یہیں مر جاؤں گا"۔ جوزف جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ پھر یک بیک عمران کا خیال آ گیا۔ یقیناً اس نے اسے یہاں کسی خاص مقصد کے تحت بھیجا تھا۔ ورنہ پھر ہوٹل میں اس کی موجودگی کی کیا وجہ تھی۔

یک بیک اسے ایک بونا نظر آیا جو ابھی ابھی ہال میں داخل ہو رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔۔ یہ جانور بھی یہیں ہے" اس نے جوزف کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ جوزف نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ شاید اتنا ننھا منھا آدمی آج تک اس کی نظروں سے نہیں گزرا تھا۔

" کیا تم نے اسے پونڈ ادا کر دیئے "؟۔ مونیکا نے تنفر آمیز لہجے میں بونے سے پوچھا۔

"اوہ، ڈارلنگ مائی سوئٹ"۔ بونے نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "ونڈر فل۔۔۔۔۔ وہ بہت حیرت انگیز ادمی ہے میں نے اسے بیس پونڈ دیئے تھے اس نے انہیں چالیس بنا کر مجھے واپس کر دیا"۔

" کیا مطلب "؟۔

"میں نے اسے دس دس پونڈ کے دو نوٹ دیئے تھے۔ اس نے انہیں بڑی لاپروائی سے میز پر ڈال دیا اور اپنے ہاتھوں کو گردش دی یقین کرو کہ دو کے چار نوٹ ہو گئے"۔

"ڈنگو، تم اتنے ڈفر کیوں ہو گئے ہو "؟۔ مونیکا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

" کیوں "؟۔

"وہ کوئی فراڈ تھا"۔

"جو کوئی بھی رہا ہو مجھے بہت پسند آیا ہے میں نے اسے اب آفر دیا ہے لیکن وہ سوچ کر جواب دے گا۔ یوگوسلاویہ کا باشندہ تھا تین چار ماہ یہاں قیام کرے گا۔ چلو میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ وہ اس کے ہاتھ کی صفائی تھی۔ تو پھر کیا یہ ہاتھ کی صفائی ہمارے کام نہیں آ سکتی"۔

"مانتی ہوں، مگر اس نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہی کیوں، میرا خیال ہے کہ یہ کسی کی کوئی سوچی سمجھی اسکیم ہے"۔

"اتنی عقل میں بھی رکھتا ہوں"۔ بوما مسکرایا، لیکن اسے تو ہمارے ہی ایک ایجنٹ نے پھانس کر بھیجا تھا"۔

" کیا وہ صورت سے احمق نہیں معلوم ہوتا"۔

"یہی خصوصیت تو مجھے بہت پسند آئی ہے۔ وہ ایسی صفائی سے کام کرے گا کہ کسی کو شبہ تک نہیں ہو سکے گا"۔

" تم ہوش میں ہو یا نہیں ۔۔۔۔ ڈنگو ڈیئر"؟۔

"بالکل ہوش میں ہوں، تم مجھے اتنا گدھا کیوں سمجھتی ہو"۔

خوش آمدید

"بیوقوف نظر آنے والے بڑے خطرناک ہوتے ہیں"۔

"میرا ہاتھ ہر وقت اس کی گردن ہی پر رہے گا، تم اس کی فکر نہ کرو"۔

" کہیں وہ بوغا ہی کا کوئی آدمی نہ ہو۔ ابھی پچھلے ہی دنوں اس کے گروہ سے کٹے ہوئے ایک آدمی نے ہم سے مدد مانگی تھی، پھر وہ ہرسیا میں قتل کر دیا گیا تھا"۔

بوغا کے نام پر جوزف نے کان کھڑے کیے لیکن چپ چاپ ہی کھڑا رہا۔

بوما مونیکا کی بات کا جواب دیئے بغیر جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔ "یہ یہاں کیوں کھڑا ہے"؟۔

"اس کی موت آئی ہے"۔ مونیکا دانت پیس کر بولی۔

"تو بلا ونا اپنے آدمیوں کو"۔ جوزف نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"ہائیں۔ یہ کیا بک رہا ہے"؟۔ بوما حیرت سے بولا۔

"یہ چھ بوتلوں کے دام وصول کرے گا ہم سے، میں نے ایک باڈی گارڈ کے لیے اشتہار دیا تھا۔ دو آ گئے، میں نے سوچا کہ یہ خود ہی فیصلہ کر لیں لیکن دونوں ہی ناکارہ ثابت ہوئے۔ ایک اس بری طرح پٹ گیا اور

دوسرا اس احمق سے ڈر کر بھاگ نکلا۔ اب یہ کہتا ہے کہ ملازمت نہیں دینی تو چھ بوتلوں کے دام دلواو"۔

"رے جاو بھاگو"۔ بونا ہاتھ ہلا کر بولا۔ "کیا تم آنریبل ڈنگو کو نہیں جانتے"؟۔

"تمہیں تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم میری ایک ہی جیب میں سما جاو گے"۔ جوزف نے حقارت سے ہنس کر کہا۔

"ہٹو۔۔۔۔ ڈارلنگ پیچھے ہٹ جاو۔ میں اسے سمجھاوں"۔ بونا مونیکا کو ایک طرف ہٹاتا ہوا بولا۔

جوزف احمقانہ انداز میں ہنستا رہا۔ اسے بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے سرکس کا کوئی مسخرہ بونا اچھل کود مچا کر اس کا دل بہلانے کی تیاری کرر ہا ہو۔

وہ بھی ازراہ مذاق اس کا کان پکڑنے کے لیے جھکا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی کنپٹی پر اس زور کا گھونسہ پڑا کہ آنکھوں میں تارے سا چ گئے۔ ایسے ہاتھ اس نے اپنی یاداشت میں کم ہی کھائے ہوں گے۔ توازن برقرار نہ رہ سکا۔ وہ دوسری جانب لڑھک چکا تھا۔ پھر سر پر دو تین ٹھوکریں بھی پڑیں۔ بوکھلاہٹ کی وجہ سے اسے دوبارہ اٹھنے کا موقع نہ مل سکا۔ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے سر پر لوہے کے وزنی ہتھوڑے مارے جا رہے ہوں۔

"ڈنگو۔۔۔۔ ڈنگو"۔ مونیکا نے بلند آواز میں کہا۔ "جان سے مت مارنا۔ اب جانے دو تا کہ اسے کبھی کبھی چھ بوتلیں بھی یاد آسکیں ہاہاہاہا"۔

ڈنگو جوزف کو چھوڑ کر ہٹ گیا۔ جوزف بیہوش تو نہیں ہوا تھا لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گردن پر سر کی بجائے ایک بہت وزنی پتھر رکھا ہوا ہو۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر دوزانو بیٹھ گیا۔ مونیکا اور ڈنگو قہقہے لگا رہے تھے۔ بے تحاشا ہنس رہے تھے۔

جوزف کو آنکھیں کھولنے میں بھی دشواری پیش آ رہی تھی۔ اس نے اپنی ہپ پاکٹ ٹٹول کر ایک چپٹی سی شیشی نکالی جس میں شاید کسی بہت ہی تیز قسم کی شراب کی تھوڑی سی مقدار بچ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کیے اور کاگ نکالی اور غالباً تلچھٹ تک حلق میں انڈیل گیا۔

ڈنگو مونیکا سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے رحم آ رہا ہے اس بیچارے پر اسے شراب ضرور دو بھلا اتنی ذرا سی اس کے کس کام آسکے گی"۔

"تمہیں اس پر رحم آ رہا ہے"۔ مونیکا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "لفظ رحم میں نے پہلی بار تمہاری زبان سے سنا ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔ کیا یہ ننھی سی شیشی تمہیں متاثر نہ کر سکی۔ میں اسے قتل کر کے قہقہے لگا سکتا ہوں مگر یہ بے بسی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی اتنی ذرا سی شراب۔ حالانکہ اس وقت اسے کم از کم آدھی بوتل کی ضرورت ہے"۔

"میں تو ایک قطرہ بھی نہ دینے دوں گی"۔

"میری خاطر ڈارلنگ"۔ بوما گھگھیایا۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو"۔ مونیکا آنکھیں نکال کر بولی۔

جوزف اپنے پیروں میں اتنی توانائی محسوس کر رہا تھا کہ کھڑا ہو سکے۔ ان کی گفتگو بھی سن رہا تھا۔ غصے میں پیچ وتاب بھی کھا رہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ متواتر ایک گھنٹے تک لڑتے رہنے کی وجہ سے بری طرح تھک گیا تھا اس لیے اسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس جھگڑے کو آگے نہ بڑھائے۔ بونے کے متعلق وہ دھوکے میں رہا تھا ورنہ اس طرح پٹ جانے کی نوبت نہ آنے پاتی۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ آسانی سے گلو خلاصی ہو سکے تو اسے خود کو قابو ہی میں رکھنا چاہیے وہ فرش سے اٹھ گیا۔

"جاؤ"۔ مونیکا دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "لیکن پولیس اسٹیشن جانے کی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ اگر مجھے پولیس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہوتی تو تم یہیں دفن کر دیئے جاتے۔ لیڈی مونیکا اور آزیبل بے بی فینٹم ڈنگو کے خلاف یہاں کی پولیس ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔ دفع ہو جاؤ"۔

جوزف دل ہی دل میں ابلتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا۔

----------------------------*-------------*

دوسری صبح صفدر اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا بور ہو رہا تھا۔ بوریت کی وجہ یہ تھی کہ وہ پچھلی رات سے الجھن

میں تھا۔ عمران نے قمار خانے سے نکل کر ایک زوردار "ٹاٹا" کی تھی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا تھا اور صفدر کھڑا سوچتا ہی رہ گیا تھا کہ وہ یہاں کیوں لایا گیا تھا؟۔

جوزف کا معاملہ تو سرے ہی سے سمجھ میں نہ آسکا۔ وہ آخر عمارت کے کسی نامعلوم حصے سے کیسے برآمد ہوا تھا اور اس ہنگامے کا کیا مطلب تھا۔ فائٹنگ تو اسی قسم کی ہو رہی تھی کہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی کے خواہاں ہی نہ ہوں دوسرا آدمی لہولہان ہو رہا تھا۔

اسے عمران کا رویہ یاد آیا۔ جس سے یقینی طور پر یہی ظاہر ہوا تھا جیسے جوزف کا اس طرح نمودار ہونا اس کے لیے غیر متوقع رہا ہو۔

وہ کچھ دیر تک انہیں الجھنوں میں پڑا رہا پھر اس انداز میں شانوں کو جنبش دی جیسے انہیں ذہن کے تاریک گوشوں میں جھٹک دینا چاہتا ہو۔

آٹھ بج چکے تھے لیکن اس نے ابھی تک ناشتہ نہیں طلب کیا تھا۔ کیوں نہ ڈائننگ ہال ہی میں ناشتہ کرے۔ اس نے سوچا۔ پھر اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی۔ "اب سو بھی چکو کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ میں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا۔۔۔۔۔ اوہاں، سنو چچا کا سراغ مل گیا ہے ان سے مل بھی چکی ہوں۔ بہت خوش ہوئے"۔

"اوہ۔۔۔" صفدر سانس کھینچ کر رہ گیا۔ یہ تو وہی لڑکی معلوم ہوتی تھی جس نے پچھلی رات جانچ پڑتال کے محکمے کی ایک نمائندہ سے اس کا پیچھا چھڑایا تھا۔

"میں آرہا ہوں"۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور ریسیور رکھ کر تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا۔

ہال میں وہ اس کی منتظر تھی۔ صفدر نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔

"رات کیسی گزری"؟۔ اس نے پوچھا۔

"بہت اچھی"۔ صفدر مسکرایا۔ "مم۔ مگر کیا آپ بھی یہیں مقیم ہیں"؟۔

"جی ہاں۔ آپ کے برابر ہی والے کمرے میں"۔ لڑکی بولی۔ "ظاہر ہے پچھلی رات والے واقعہ کے بعد میرا یہیں قیام کرنا بہت ضروری تھا۔ ہمیں اکثر ملتے رہنا چاہیے۔

’’میں بہت شدت سے بور ہو رہا ہوں"۔

"کیا آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں"؟۔

"جی ہاں"۔

"کی آپ کو اپنی ٹیم کے سربراہ پر اعتماد ہے"؟۔

"اوہ۔ یقیناً۔ یقیناً۔ صفدر اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا"۔

"مجھے حیرت ہے"۔

"کیوں"؟۔

"اس نے مجھے دردِ سر میں مبتلا کر دیا ہے"۔

صفدر ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "وہ ایسا ہی آدمی ہے کہ ایکس ٹو بھی اکثر دردِ سر میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن اس پر اعتماد کرنے پر مجبور ہے"۔

ون اردو پر خوش آمدید
پروڈکشن

"میں نہیں سمجھ سکی"؟۔

"اسے شائد ایکسٹو کے علاوہ آج تک کوئی سمجھ ہی نہیں سکا"۔

"میں اسے صحیح الدماغ ہی تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں"۔

"کیوں کیا ہوا"؟۔ صفدر کو پھر ہنسی آ گئی۔

"میں اس سے پوچھتی کچھ ہوں جواب کچھ ملتا ہے۔ مثال کے طور پر کل میں نے معلوم کرنا چاہا تھا کہ آپ لوگ کن ذرائع سے یہاں تک پہنچے تھے۔ لیکن اس نے مجھے یہ سمجھانا شروع کر دیا کہ ریشم کے کیڑے ریشم کس طرح بناتے ہیں۔ بالکل احمقانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔ ارے احمق تو وہ صورت ہی سے معلوم ہوتا ہے"۔

نہ جانے کیوں صفدر کا دل چاہا کہ وہ قصر جمیل کے جوئے خانے کا تذکرہ چھیڑ دے۔ پھر لڑکی ویٹر کو بلا کر ناشتے کے متعلق ہدایات دینے لگی اور صفدر سوچ رہا تھا کہ اس جوئے خانے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس کا تذکرہ نکال بیٹھے۔

ناشتے کے دوران میں بھی لڑکی بولتی ہی رہی۔ وہ اسے نہر سوئیز کے جھگڑوں کے حالات سنا رہی تھی۔ دفعتاً صفدر نے ایک نکتے پر قمار خانوں کا تذکرہ چھیڑنے کا جواز پیدا کر ہی لیا۔

"بڑی عجیب فضا ہوتی ہے۔ قمار خانوں کی"۔ اس نے کہا۔ "بعض اوقات تو عجیب ترین حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر کل ہم قصر جمیل والے قمار خانے میں گئے تھے"۔

"بڑی گھٹیا حرکت سرزد ہوئی تھی آپ سے"۔ لڑکی نے کہا۔ "کتنے ہارے"؟۔

"کیا ہارنا ضروری ہے"؟۔

"وہاں بہت کم لوگ جیت میں رہتے ہیں"۔

"کیوں"؟۔

"ہتھکنڈے، زیادہ تر غیر ملکی اور سیاح قسم کے لوگ وہاں جا پھنستے ہیں اور پھر جہاں ایک بار مونیکا بھی نظر آ گئی تو بس وہ ہفتوں چکر کاٹا کرتے ہیں۔ وہاں جاتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں گنواتے ہیں۔ لمبی بے ایمانیاں ہوتی ہیں وہاں۔ کھلاڑی نفسیاتی طور پر اس طرح الجھا دیئے جاتے ہیں کہ انہیں بے ایمانی کا شبہ تک نہیں ہونے پاتا"۔

"او ٹھیک ہے، کل بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا"۔ صفدر نے کہا اور بکری اور بوڑھے کی کہانی دہراتا ہوا بولا۔ "اس کے بعد ہی ایک آدمی نے چیخنا شروع کر دیا کہ وہاں بے ایمانی ہوتی ہے مگر ایک گول مٹول بونا اس پر جھپٹ پڑا۔ خدا کی پناہ کتنا طاقت ور تھا وہ"۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ مونیکا اس کی محبوبہ ہے"؟۔

"نہیں"۔ صفدر نے حیرت ظاہر کی۔

"یقین کیجئے۔ وہ دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک ہی جوڑا ہے۔ اور دونوں ہی خطرناک ہیں"۔

"مونیکا تو بہت خوبصورت ہے"۔

"بہت۔ ایسی جسامت رکھنے والی عورتیں عموماً بھدی ہی ہوتی ہیں لیکن وہ حیرت انگیز طور پر حسین ہے۔ نسوانیت کی بھی کمی نہیں حالانکہ بہتیرے مرد اس سے بری طرح خائف ہیں"۔

"لیکن وہ اس بونے کو کیسے برداشت کرتی ہے"؟۔

"وہ یہاں بونا نہیں۔۔۔ بے بی فینٹم کہلاتا ہے"۔ لڑکی مسکرائی۔

"کچھ بھی ہو بات مضحکہ خیز ہے۔ ارے وہ مونیکا کے مقابلے میں اس کا آدھا بھی نہیں معلوم ہوتا"۔

"مگر آپ لوگ وہاں کیوں گئے تھے"؟۔

"میں نہیں جانتا"۔ صفدر مسکرا کر بولا۔ "مجھے تو وہی احمق لے گیا تھا"۔

پھر اس نے عمران کی ان حرکتوں کا تذکرہ چھیڑ دیا جو اس سے وہاں سرزد ہوئی تھیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ سیاہ فام آدمی ان کا ساتھی ہی تھا"۔

"کیا وہ کسی مقصد کے تحت وہاں گیا تھا"۔ لڑکی بڑبڑائی۔

"اس کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا"۔

"اسے روکو، وہ اچھی جگہ نہیں ہے"۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر صفدر نے کہا۔ "تاہم آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ہم لوگ یہاں کیوں آئے ہیں"؟۔

"ہاں، یہ مسئلہ بھی میرے لیے، الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔ آخر ایکسٹو کو بونا سے کیا سروکار"؟۔

"کیوں"؟۔

"ظاہر ہے کہ ہمارا میدان بین الاقوامی سیاست ہی تک محدود ہے"۔

"ہو سکتا ہے کہ بونا کا تعلق بھی کسی حد تک اسی میدان سے ہو"۔

"ناممکن، وہ صرف ایک اسمگلر ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ بونا کسی فرد کا نہیں بلکہ کسی تنظیم کا نام ہے، جو بین الاقوامی سطح پر اسمگلنگ کرتی ہے"۔

"خیر اس مسئلے میں میری معلومات محدود ہیں۔ مگر میں نے یہ ضرور سنا ہے کہ یہاں بونا کے متعلق بڑی حیرت انگیز باتیں مشہور ہیں"؟۔

"ہاں۔۔۔ آں۔۔۔۔ وہ پستہ قد ہے۔۔۔۔۔۔ وہ انتہائی دراز قد آدمی ہے۔

وہ بہت دبلا ہے وہ بہت موٹا ہے۔ وہ ایک بری روح ہے، جو کسی بھی پستہ آدمی کے جسم میں حلول کر سکتی ہے"۔

"لیکن کسی نے آج تک اسے دیکھا نہیں، کیوں"؟

"میری معلومات کے مطابق تو کسی نے بھی نہیں دیکھا"۔

صفدر مسکرا کر رہ گیا۔ غالباً وہ اسے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی بونا کو بہت قریب سے دیکھ چکا ہے۔ یا عمران نے اسے ایک بار پاگل تک بنا دیا تھا۔

وہ پھر خاموش ہو گئے۔ ویٹر میز سے خالی برتن اٹھا رہا تھا۔ صفدر نے لڑکی کی اجازت سے سگریٹ لگائی۔

کچھ دیر بعد لڑکی بولی۔ "مگر آپ لوگ اس غرض سے آئے ہیں کہ یہاں آپ بونا پر ہاتھ ڈال سکیں گے تو یہ محض خام خیالی کہلائے گی۔ کیونکہ وہ دوسرے ممالک میں بھی اتنا ہی مشہور ہے جتنا یہاں ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا مستقل قیام کہاں رہتا ہے"۔

" کہیں بھی نہیں" ۔ صفدر بولا۔ "وہ تو بعض اوقات اپنے ماتحتوں کے ہاتھ بٹاتا ہوا بھی ملے گا لیکن ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو سکتا کہ وہ خود ان کے ہی درمیان موجود ہے"۔

"پھر آپ اسے کہاں اور کیسے تلاش کریں گے "؟۔

"خود میرے ذہن میں بھی یہی سوال موجود ہے، لیکن اس کا جواب اس احمق آدمی کے علاوہ اور کوئی نہ دے سکے گا"۔

"میں نہیں سمجھ سکی"۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ "وہ سوچ رہا تھا تم سمجھو یا نہ سمجھو وہ تو بہر حال اپنا الو سیدھا کرنے کا ماہر ہے۔

دفعتاً اسے ہال میں ایک جانی پہچانی سی صورت نظر آئی۔ لیکن وہ فوری طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔

"اب اگر آپ اپنے کمرے میں جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں"۔ لڑکی نے کہا۔ "لیکن دوپہر کا کھانا بھی ہم ساتھ ہی کھائیں گے"۔

اردو پر خوش آمدید
پروڈکشن

"شکریہ، میں تنہائی سے اکتا گیا تھا۔ مگر اوہ۔۔۔ یہ کیا بدتمیزی ہے کہ میں نے ابھی تک آپ کا نام نہیں معلوم کیا"؟۔

"مارتھا"۔

"شکریہ، میرا نام صفدر ہے"۔

"میں جانتی ہوں، ایکس ٹو نے مجھے آپ لوگوں کے متعلق پوری تفصیل سے آگاہ کیا تھا"۔

"غالباً ٹرانسمیٹر پر"؟۔ صفدر نے پوچھا۔

"نہیں، میں ان ذرائع کا تذکرہ نہیں کر سکتی، مجھے افسوس ہے"۔

"اوہ۔۔۔ اچھا، کوئی بات نہیں، مگر شائد یہاں آپ ہی لیڈر ہیں"؟۔

"جی ہاں۔۔۔ یہی سمجھ لیجئے"۔

صفدر اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بار پھر اس کی نظر جانے پہچانے سے چہرے پر پڑی اور یک بیک اسے یاد آ گیا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔

یہ قصر جمیل کے قمار خانے کا ایک ملازم تھا جسے صفدر نے پچھلی رات وہیں میزوں پر سرو کرتے دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت تو وہ اس ہوٹل کا کوئی ذی حیثیت گاہک معلوم ہو رہا تھا۔

ایک شبے نے صفدر کے ذہن میں سر ابھارا۔۔۔ کیا اس کی نگرانی کی جا رہی تھی؟۔ یہ چیز غیر متوقع بھی نہیں تھی۔ پچھلی رات عمران نے قمار خانے میں کافی سنسنی پھیلائی تھی۔

صفدر تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا اور پھر کمرے میں جانے کا ارادہ ترک کر کے اٹھا اور لڑکی سے کہے بغیر صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

فٹ پاتھ پر ایک جگہ رک کر اس نے ادھر ادھر دیکھا تھا اور پھر دائیں جانب چل پڑا تھا۔

تھوڑی ہی دور پر ایک کتب فروش کی دکان نظر آئی۔ وہ وہیں رک گیا۔ شوکیسوں میں مختلف قسم کی کتب و رسائل نظر آ رہے تھے۔ وہ اس طرح ایک شوکیس پر جھک پڑا جیسے کسی خاص رسالے یا کتاب کی تلاش ہو اور کنکھیوں سے بائیں جانب دیکھ کر دکاندار کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔ قصر جمیل کا ویٹر تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھا۔

اب اس میں شبہے کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی تھی کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ اس نے ایک رسالہ خریدا اور ہوٹل کی طرف پلٹ آیا۔

مارتھا اب بھی اسی میز پر موجود تھی۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر مسکرائی۔

"کیوں۔۔۔۔۔؟ میں تو سمجھی تھی تمہیں شاید گھر یاد آ گیا ہے"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"ذرا یہ رسالہ خریدنے گیا تھا"۔ صفدر نے رسالہ اس کے آگے کھسکاتے ہوئے کہا اور انکھیوں سے صدر دروازے کی طرف دیکھتا ہوا بولا "کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ یہ رسائل تنہائی کی اذیت سے بچا لیتے ہیں"۔

"آپ کئی بار تنہائی کا حوالہ دے چکے ہیں حالانکہ ہم لوگوں کی زندگی ان تنہائیوں کے باوجود بھی ہنگاموں سے پر رہتی ہے"۔

صفدر کی نظر کاؤنٹر پر رک گئی جہاں قصر جمیل کا ویٹر کاؤنٹر فون کا ریسیور ہاتھ میں لیے کاؤنٹر کلرک سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"میری نگرانی کی جا رہی ہے"۔ صفدر آہستہ سے بولا۔ "یہی اندازہ کرنے کے لیے میں باہر گیا تھا"۔

"میرے لیے نئی اطلاع نہیں ہے"۔ مارتھا مسکرائی۔ "آپ کافی چالاک ہیں۔ بہرحال میں اسی لیے آپ کو کمرے میں بھیجنا چاہتی تھی۔ کچھ دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ اگر آپ کمرے میں جانا چاہیں۔۔۔"

"اس کا تعلق قصر جمیل سے ہے"۔ صفدر بات کاٹ کر بولا۔

"مجھے اس کا علم نہیں ہے لیکن یہ جانتی ہوں کہ آپ کی نگرانی ہو رہی ہے اور اس کی اطلاع آپ کے لیڈر عمران ہی نے دی تھی انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ نگرانی کرنے والا شاید اپ سے براہ راست کسی قسم کی گفتگو کرنا چاہتا ہے"۔

"لیکن یہ نہ بتایا ہوگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے"؟۔

"بس اتنا ہی کہ اگر وہ اپ کو کہیں لے جانا چاہے تو بے خطرے چلے جائیے"۔

"عجیب بات ہے"۔

"اپنے لیڈر کو سنبھالو"۔ مارتھا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ ایکس ٹو شائد مجھ سے جواب

طلب کر بیٹھے کہ تم نے اسے خطرات سے آگاہ کیوں نہیں کیا تھا۔ ڈگلو اور مونیکا بیحد خطرناک لوگ ہیں"

صفدر کچھ نہ بولا وہ سوچ رہا تھا کہ اگر مارتھا سے ملی ہوئی اطلاع صحیح ہے تو وہ آدمی اس سے کس قسم کی گفتگو کرے گا۔

وہ اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد کسی نے ہولے ہولے دروازے پر دستک دی۔ صفدر اٹھا اور داہنا ہاتھ جیب میں ڈالتے ہوئے بائیں سے چٹخنی گرا دی۔ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے کو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی نگرانی کرنے والے پر نظر پڑی۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب"۔ اس نے کہا۔

"فرمائیے"۔ صفدر کا لہجہ بھی نرم ہی تھا۔

"تھوڑا وقت لوں گا آپ کا"۔

"اندر تشریف لائیے"۔ صفدر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اندر آ کر اس نے بڑی شائستگی سے اس کا شکریہ ادا کی اور بیٹھتا ہوا بولا۔ "ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں شاید آپ مشغول تھے"؟۔

"نہیں کوئی بات نہیں۔ فرمائیے آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"؟۔

"آپ پچھلی رات قصر جمیل کے ریکیپشن ہال میں تشریف لائے تھے"؟۔

"جی ہاں۔ میں تھا وہاں"۔

"آپ کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے۔۔۔ مسٹر ڈھمپ"۔

"اوہ۔۔۔۔۔ وہ"۔ صفدر ہنسنے لگا۔ جی ہاں قطعی"

"مجھے ان کا پتہ چاہیے"؟۔

"پتہ"۔ صفدر نے حیرت سے کہا۔ "بھلا میں کیسے پتہ بتا سکوں گا۔ ہماری جان پہچان بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی تھی بس جتنا وقت جہاز پر گزارا تھا اتنی ہی پرانی ہماری جان پہچان بھی ہے"۔

"میں نہیں سمجھا"؟۔

"ابھی یہاں آتے وقت جہاز پر اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں یوگوسلاویہ سے آیا ہوں یہاں پہنچ کر ہماری راہیں الگ ہو گئیں۔ پچھلی رات وہ اتفاق سے مجھے آزادی کی یادگار کے قریب مل گیا تھا اور ہم قمار خانے میں گئے تھے۔

"آپ نے اس سے یہ ضرور پوچھا ہو گا کہ اس کا قیام کہاں ہے"؟۔

"بالکل رسماً پوچھنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن یقین کیجیے کہ اس نے جس جگہ کا نام لیا تھا مجھے قطعی یاد نہیں رہا۔ بات انٹرسٹ کی ہوتی ہے۔ مجھے اس سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں تھی کہ اس کے متعلق ساری باتیں یاداشت میں محفوظ رکھ سکتا۔ مگر کیوں؟۔ آپ اس کا پتہ کیوں چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ کالے جادو کا ماہر ہے"۔

"جی ہاں، میں تو یہی سمجھتا ہوں"۔

"خدا جانے"۔ صفدر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مجھے تو وہ صرف کریک معلوم ہوتا ہے"۔

تھوڑی دیر کے لیے وہ خاموش ہو گئے پھر صفدر اُسے سگریٹ پیش کرتا ہوا بولا۔ "وہ قمار خانہ ہے بڑی دلچسپ جگہ۔ سگریٹ لیجیے۔ میں تو بہت محظوظ ہوا تھا۔ وہ عورت کون تھی"؟۔

"وہ اس عمارت کی ملکہ ہے، لیڈی مونیکا"۔

"ایسی حسین عورت آج تک میری نظروں سے نہیں گزری۔ مگر شائد اسے خونی کھیل پسند ہیں۔ دونوں لڑنے والے خون میں نہائے ہوئے تھے۔ ارے ہاں وہ بکری کا کیا قصہ تھا"؟۔

اجنبی مسکرایا۔ صفدر کی آنکھوں میں بچکانہ انداز کا تحیر تھا۔ اجنبی نے کہا۔ "وہ لیڈی مونیکا کے فالتو جانور تھے۔ اس بوڑھے کو بکری سے عشق ہو گیا ہے"۔

"بڑی عجیب بات ہے"۔

"لیڈی مونیکا سے تعلق رکھنے والی ہر بات عجیب ہوتی ہے"۔ اجنبی نے طویل سانس لی۔ "خیر جناب کیا میں امید رکھوں کہ آئندہ وہ جب بھی آپ سے ملے گا۔ آپ اس کا پتہ لے لیں گے۔

بس اس نمبر پر رنگ کر لیجئے گا۔ میں بیحد شکر گزار رہوں گا"۔ اس نے صفدر کو فون نمبر لکھائے۔

"ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔" صفدر بولا۔ "مطمئن رہیئے"۔

اس کے جانے کے بعد صفدر سوچ رہا تھا کہ پچھلی رات شائد عمران کا بھی تعاقب کیا گیا تھا۔ لیکن وہ انہیں ڈاج دیتا ہوا نکل گیا ہو گا۔

خود اسے تو تعاقب کا گمان تک نہ تھا۔ لیکن اگر پچھلی رات اس کا بھی تعاقب نہیں کیا گیا تھا تو اس وقت یہ آدمی صحیح ٹھکانے پر کیسے پہنچ سکا۔

اس نے سوچا مارتھا کو حالات سے آگاہ کر دینا چاہیے وہی عمران تک یہ اطلاع پہنچا سکے گی۔

----------------------*-----------*

عمران نے ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے تھریسیا کے نمبر رنگ کیے۔ دوسری طرف سے کسی نے کال ریسیور کی۔

"آنریبل ڈنگو۔۔۔ پلیز" عمرن نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"آپ کون ہیں"؟۔

" بکریوں کا خادم، فضول بحث نہ کرو۔ ڈنگو کو مطلع کر دو"۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ سلسلہ منقطع نہیں کیا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ " اس بار عورت کی آواز آئی۔

"ڈنگی نہیں ڈنگو چاہیے"۔ عمران نے کہا۔

" کون ہو۔۔۔ بیہودے تم"۔ غالباً دوسری طرف سے مونیکا بول رہی تھی جس کا لہجہ غصیلا تھا۔

"بس بیہودہ ہی ہوں"۔ عمران بولا۔ "فون پر ڈنگو کو بلاؤ"۔

" کیا تمہاری شامت آئی ہے "؟۔

"ہاں "۔

" کون ہو "؟۔

" آئیون ہو "۔

ایک ہی سانس میں اسے نجانے کتنی گالیاں سنی پڑیں، لیکن پھر جلدی اس نے ڈنگو کی آواز سنی جو کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرا رہا تھا۔ " کون ہو تم۔۔۔کون ہو؟ جلدی بتاو۔ ذلیل کہیں کے تم نے لیڈی مونیکا کا بڑا اچھا موڈ برباد کر دیا۔ وہ اس وقت مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی "۔

" اب وہ تمہیں دفن کر دے گی "۔ عمران نے کہا۔

" کیا بکواس ہے "؟۔

"یقین کرو پیارے، میں قد میں تم سے بھی چھوٹا ہوں اور مونیکا سے مجھے عشق ہو گیا ہے "۔

" جہنمی کتے، بتاو تم کون ہو "؟۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ ہوپی کے قتل کا باعث تم ہی بنے تھے"۔

"شٹ اپ "۔ وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

--------------------------*-------------*

" کون تھا "؟۔ مونیکا نے غصے سے لرزتے ہوئے پوچھا۔

" پتہ نہیں کون بیہودہ تھا "۔ ڈنگو نے اچھل کر میز پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ " اب اس کا سر مونیکا کے کندھے تک پہنچ سکتا تھا۔

" تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو ڈنگو "؟۔ وہ اسے تیز نظروں سے گھورتی ہوئی بولی۔

" نہیں ۔۔۔۔۔۔ میں کیا چھپاؤں گا تم سے "۔

" کون تھا "؟۔ وہ کسی سانپ کی طرح پھپھکاری۔

" مجھے بھی نہیں بتایا "۔

" اس نے کیا کہا تھا جس پر تم نے اسے اس طرح دہاڑ کر ریسیور رکھ دیا تھا "؟۔

" اوہ ۔۔۔ وہ اس نے مجھے گگ ۔۔۔ گالی دی تھی "۔

" ڈنگو "۔

" ڈڈ ۔۔۔ ڈارلنگ "۔

" تم جھوٹے بکواس کر رہے ہو۔ تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں۔ تم نروس ہو، ڈنگو ۔۔۔ ڈنگو میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گی۔ بتاؤ اس نے کیا کہا تھا "؟۔

" اگر بتا دوں تو تم پاگل ہو جاؤ گی "۔

" بتاؤ "؟۔

" وہ کہہ رہا تھا کہ اسے تم سے عشق ہو گیا ہے۔ اس لیے عنقریب تم مجھے دفن کر دو گی۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون ہے "؟۔

" ڈنگو۔ تم اس طرح نہیں بچ سکو گے تمہیں بتانا پڑے گا۔ ورنہ ہم دونوں ابھی اور اسی وقت یہیں مر جائیں گے "۔ وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ ہاتھ میں دبے ہوئے ہنٹر کے بل یکلخت کھل گئے اور ڈنگو نے میز کے نیچے چھلانگ لگائی۔ ہنٹر ایک لمبی " شائیں " کے ساتھ گھوما تھا لیکن وہ ڈنگو پر نہ پڑ سکا۔

" مونیکا ۔۔۔۔۔ مونیکا ۔۔۔۔۔ ہوش میں آؤ ورنہ مجھے بھی غصہ آ جائے گا " وہ ہنٹر کے دوسرے حملے سے بچتا ہوا چیخا۔

" میں کہہ چکی ہوں کہ ہم دونوں کو یہیں مرنا ہے ۔۔۔۔ اسی وقت "۔ اس نے تیسری بار ہنٹر کو گردش دی۔ اور ڈنگو نے یہ وار بھی خالی دیا۔

یک بیک فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ لیکن وہاں کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا جو کال ریسیو کرتا۔ گھنٹی بجتی ہی رہی۔ کس میں ہمت تھی جو اس کمرے میں داخل ہو سکتا۔

"مونیکا یہ کوئی ضروری کال ہو سکتی ہے"۔ ڈنگو دہاڑا۔

لیکن مونیکا کا ہاتھ نہیں رکا ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی۔

"مونیکا میں تمہیں پھر وارننگ دیتا ہوں"۔ ڈنگو اچھلتا کودتا ہوا بولا۔ ابھی تک اس کا جسم ہنٹر کی چوٹ سے محفوظ رہا تھا۔ اس وارننگ کے بعد اس نے دو تین چوٹیں اور بچائیں اور پھر یک بیک کرسی اٹھا کر مونیکا پر کھینچ ماری۔ مونیکا نے قہقہہ لگایا۔ اس نے بھی بڑی صفائی سے خود کو بچا لیا تھا۔

اس دوران میں بونے کو موقع مل گیا کہ وہ ایک دروازے سے نکل بھاگتا۔ مونیکا بھی اس کی طرف جھپٹی۔ لیکن ڈنگو نے اسے دوسری طرف سے بولٹ کر دیا تھا۔

مونیکا دروازے کے قریب ہی رک کر ہانپنے لگی۔ فون کی گھنٹی کی تیز آواز اب کمرے میں گونج رہی تھی۔ وہ دانت پیستی ہوئی فون کی طرف بڑھی۔

"ہالو"۔ ماؤتھ پیس میں دہاڑتے وقت اس کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔

"لیڈی مونیکا پلیز"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔ کون ہے"؟۔

"میں پچھلے ہفتے سے تمہارے لیے ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہوں"۔

"میں ڈنگو سے بہت چھوٹا ہوں، لوگ مجھے الٹرا مائیکرو اسکوپک ڈنگو کہتے ہیں"۔

مونیکا نے ہونٹ سکوڑ کر آنکھیں نکالیں۔ دوسری طرف بولنے والے کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی وہ کہہ رہا تھا۔ "تم مجھے گود میں بٹھا کر پریوں کی کہانیاں سنا سکو گی"۔

"چپ رہو گدھے کے بچے"۔ اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔۔۔۔ اور پھر وہ ڈنگو کے قہقہے کی آواز سن کر مڑی۔

"کیوں"؟۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب بتاؤ کسی نے تم سے کیا کہا تھا کہ جس پر تم اتنی چراغ پا ہو رہی ہو"؟۔

"میں سمجھتی ہوں، سب سمجھتی ہوں"۔ وہ سر ہلا کر بولی۔ "میں جانتی ہوں وہ کون ہے۔ ڈنگو اگر چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کی لاش کسی سڑک پر نہ ملی تو میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گی"۔

"کس کی لاش"؟۔

"اسی مسخرے کی جسے تم ملازم رکھنا چاہتے تھے"۔

"کیا"؟۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "تم کیا جانو کہ یہ وہی تھا"؟۔

"اس کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کس میں ہمت ہے کہ مجھ سے اس طرح کی گفتگو کر سکے"؟۔

بوما کسی سوچ میں پڑ گیا۔ مونیکا اسے گھور رہی تھی۔

"اس نے تم سے کیا کہا تھا"؟۔ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"تم نے کیا کہا تھا"؟۔ مونیکا نے بھی اپنا سوال دہرایا۔

"مجھ سے جو کچھ کہا تھا بتا چکا ہوں۔" ڈنگو بھی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا"۔

"اگر وہ مجھ پر عاشق ہو گیا ہے تو تمہیں کیوں پریشانی ہے"؟۔

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں کہ تم خوش ہونے کے بجائے اس کے قتل پر کیوں آمادہ ہو گئی ہو"؟۔

"ڈنگو"۔

"ڈارلنگ"۔ ڈنگو کا لہجہ زہریلا تھا۔

"تم میرے خلاف کسی قسم کی سازش کر رہے ہو"؟۔

"بیچارہ ڈنگو بھی تمہارے متعلق یہی سوچ سکتا ہے"۔

"میں سازش کروں گے"۔ اس نے حقارت سے کہا۔ "تمہارے خلاف۔ جب چاہوں ویسے ہی تمہیں خاک میں ملا سکتی ہوں"۔

"ہاہا تو ٹھیک ہی کہا تھا کہ تم مجھے دفن کرنے کی فکر میں ہو، لیکن مطمئن رہو۔ اب وہ زندہ رہ سکے گا"۔ ڈنگو تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

* * * *

مارتھا بندرگاہ کے علاقے کے ایک ہوٹل میں عمران کی منتظر تھی۔ اس نے اسے یہیں بلایا تھا۔ وہ اسے آگاہ کرنا چاہتی تھی کہ قصرِ جمیل کے شکاری کتے اس کی تلاش میں ہیں۔ اسے تو یہاں تک اطلاع ملی تھی کہ خود ڈنگو اور مونیکا بھی شہر کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔ مگر کیوں؟ کیا ان کے وہ ملازمین ناکافی تھے جن کی شکلیں ہی دیکھ کر عام آدمیوں کا دم نکل جاتا ہے۔ آخر یہ دونوں بذات خود کیوں دوڑ دھوپ کرتے پھر رہے تھے؟ وہ سوچتی رہی لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔

" کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں"؟ کسی نے بائیں جانب سے کہا اور وہ چونک کر مڑی۔

ایک بوڑھا آدمی معذرت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"بہتیری میزیں خالی پڑی ہیں"۔ وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"میں تنہا بیٹھنے کا عادی نہیں ہوں"۔ بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے۔۔۔۔ واہ۔ ہوش میں ہو یا نہیں"؟۔

"میں تو ہوش میں ہوں۔ لیکن تم اتنی بد اخلاق کیوں ہو؟ اگر میں کچھ دیر یہاں بیٹھ جاؤں تو کیا تمہارا وزن کم ہو جائے گا"؟۔

"جاتے ہو یا میں ہیڈ ویٹر کو بلاؤں"؟۔ مارتھا کو غصہ آ گیا۔

"ہیڈ ویٹر مجھ سے زیادہ معزز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مجھے ہی بیٹھنے دو"۔

" کیا تمہیں اپنے بڑھاپے کا بھی خیال نہیں ہے"۔ مارتھا آنکھیں نکال کر بولی۔

"بڑھاپے کا خیال آدمی کو اور زیادہ بوڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر اسی طرح پیش آنا تھا تو پھر مجھے بلایا ہی کیوں تھا"؟۔

" کیا۔۔۔ کیا مطلب۔ مارتھا کے لہجے میں حیرت تھی اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔ تم نے بلایا تھا"؟۔ بوڑھا بیٹھتا ہوا بولا۔ " کیا خبر ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔ تو یہ آپ ہیں۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔۔ یہ میک اپ ہے"۔

"فکر نہ کرو، بتاؤ کیوں بلایا تھا"؟۔

"آپ خطرے میں ہیں"۔

"مجھے علم ہے اور کوئی خاص بات"؟۔

"ڈونگو اور مونیکا بذات خود آپ کی تلاش میں ہیں"۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں انہیں ڈیڑھ سمجھوں یا پونے دو"؟۔

"آخر انہیں آپ کی تلاش کیوں ہے"؟۔

"ممکن ہے کہ اب وہ ڈیڑھ سے ڈھائی ہونا چاہتے ہوں"۔

"اسے اس طرح مذاق میں نہ اڑائیے مسٹر۔ میرے پاس اتنے زیادہ آدمی نہیں ہیں۔ جو آپ کی حفاظت کر سکیں۔ آخر ان سے الجھنے کی ضرورت ہی کیا تھی"؟۔

"عادت سے مجبور ہوں۔ کسی بونے کو دیکھ کر دل قابو میں نہیں رہتا"۔

"بس آپ کو یہی اطلاع دینی تھی" مارتھا نے بیزاری سے کہا۔ "اب جا رہی ہوں"۔

"ٹھہرو۔ مجھے اس آدمی کے متعلق کچھ بتا سکو گی۔ جو ہوپی پامس کہلاتا تھا"؟۔

"کیوں؟۔ ہاں تھا تو ایک آدمی ۔۔۔۔ لیکن یہ تین سال پہلے کی بت ہے۔ وہ بھی ایک گینگسٹر ہی تھا۔ کسی نے اسے گولی مار دی تھی"۔

"اس کے متعلق اور کوئی خاص بات"؟۔

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں"؟۔

"مونیکا سے اس کا کیا رشتہ تھا"۔

"پتہ نہیں ۔۔۔۔ کیوں؟۔ یہ مونیکا بھی ڈھائی یا تین ہی سال پہلے کی دریافت ہے۔ اس سے قبل کسی نے اس کا نام تک نہیں سنا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ ہوپی سے اس کا کیا رشتہ تھا"۔

"کیا ہوپی کے گروہ کے کسی آدمی سے واقف ہو مطلب یہ کہ جو زندہ ہو"۔

"دو گھنٹے بعد بتا سکوں گی۔۔۔ خیال ہے کہ میرا کوئی نہ کوئی آدمی ہوپی اور اس کے گروہ سے بخوبی واقف ہو گا"۔

www.oururdu.com

"یہ بہت ضروری ہے"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن یک بیک ہوپی کا قصہ کہاں سے نکل آیا"۔

"وقت بہت تھوڑا ہے"۔ عمران نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے کس طرح اور کہاں مطلع کرسکو گی"۔

"یہ آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اپنی ذمہ داری پر کر رہے ہیں"۔

"تم اس کی پرواہ مت کرو۔ ایکس ٹو تم سے جواب نہیں طلب کرے گا"۔

"دو گھنٹے کے بعد اس نمبر پر رنگ کر لیجئے گا۔ مارتھا نے وینٹی بیگ سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

------------------------------*---------------*

مونیکا کار ڈرائیو کر رہی تھی اور اس کے تین ملازم پچھلی سیٹ پر تھے۔ تینوں صورت ہی سے خطرناک معلوم ہوتے تھے۔

"شام ہونے کو آئی"۔ مونیکا بڑبڑائی۔ "لیکن ہم ابھی تک کچھ نہ کرسکے"۔

"مگر مادام"۔ ایک آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا ہے"؟۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اتنی پریشان کیوں ہیں۔ ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا تھا کہ آپ کسی کام سے خود ہی باہر نکلی ہوں۔ آخر اس حقیر سے آدمی کو اتنی اہمیت کیوں دی جارہی ہے"؟۔

"کیا تم یہی سوال ڈنگو سے نہیں کرسکے"۔

"یقیناً مادام"۔ وہ بھی آپ ہی کی طرح تلاش میں سرگرداں ہیں، میں کہتا ہوں وہ جادوگر نہیں ٹھگ تھا۔

کالے آدمی عموماً توہم پرست ہوتے ہیں۔ وہ خوامخواہ اس کے رعب میں آ گیا تھا"۔

اس کے بارے میں میرا خیال بھی یہی ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے ڈنگو اس کے مسلے پر مجھ سے کیوں دور بھاگتا ہے۔ ہم دونوں ہی ساتھ نکلے تھے۔ مگر وہ حیلہ سازیاں کر کے مجھ سے الگ ہو گیا۔ اکیلے ہی اسے تلاش کرنا چاہتا ہے۔ آخر کیوں۔۔۔؟ کیا تم کوئی معقول وجہ بتا سکو گے؟۔

مگر وہ بیچارہ معقول وجہ کیا بتا سکتا ہے کیونکہ اس کا ذہن تو مونیکا کے لہجے کی شیرینی میں ڈوب کر رہ گیا تھا۔

شاید انہوں نے پہلی بار اسے اتنے نرم لہجے میں گفتگو کرتے سنا تھا۔

"میں کیا بتا سکوں گا مادام"۔ اس نے بالآخر کہا۔

"ڈنگو مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا۔ لیکن اس آدمی کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے"۔

اردو پر خوش آمدید
www.oururdu.com

کوئی کچھ نہیں بولا۔ کار فراٹے بھرتی رہی۔

کچھ دیر بعد مونیکا نے کار کی رفتار کم کر دی۔ سڑک کے بائیں جانب ایک آدمی نے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ پیچھے ہی رہ گیا اور کار آگے نکل آئی تھی۔ مونیکا نے گاڑی کو سڑک کے کنارے لگا کر روک دیا اور کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے دیکھنے لگی گاڑی رکوانے والا تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

"کیا ہے"؟۔ مونیکا نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آزیبل۔ بے بی فرنیٹم نے اسے پکڑ لیا ہے"۔ آنے والے نے اطلاع دی۔

"کہاں ہے"؟۔

"ہیولا بلڈنگ میں۔ مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ کو اطلاع دے دوں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ جاؤ"۔ مونیکا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

کار پھر چل پڑی۔ اس بار اس کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمیوں میں کوئی کچھ بھی نہ بولا۔ مونیکا کے ہونٹ ایک دوسرے پر سختی سے جمے ہوئے تھے اور آنکھیں ونڈشیلڈ پر تھیں۔

پھر وہ ہیولا بلڈنگ کے سامنے ہی رکی۔ یہ عمارت ایک ویران ساحلی مقام پر تھی۔

مونیکا اور اس کے آدمی کار سے اتر کر صدر دروازے کی طرف بڑھے۔ جو کھلا ہوا تھا۔

صدر دروازے سے گزر جانے کے بعد مونیکا اور دو آدمی تو آگے بڑھتے چلے گئے لیکن ایک وہیں رک گیا۔

جب وہ لوگ دوسری راہداری میں مڑ گئے تو تیسرے آدمی نے بہت احتیاط سے دروازہ بند کر دیا اور وہ خود بھی آگے بڑھ گیا۔

پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ "یہاں تو کوئی بھی نہیں ملا"۔ مونیکا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"یہ کیا بیہودگی تھی"۔ وہ زمین پر ہنٹر مارتی ہوئی چیخی۔

لیکن تینوں آدمی گم صم کھڑے تھے۔

" کیا عبدل پاگل ہو گیا تھا"۔ وہ پھر دہاڑی " کیا وہ زندہ رہ سکے گا"؟۔

یک بیک عمارت کے کسی گوشے سے گھٹی گھٹی سی آوازیں آنے لگیں۔ ارے ہاں کون ہے۔۔۔۔ مجھے باہر نکالو"۔

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی دروازہ پیٹ رہا ہو۔ مونیکا تیزی سے آواز کی جانب بڑھی لیکن اس کے آدمیوں کی رفتار تیز نہیں تھی انہوں نے مسکرا کر ایک دوسری کی طرف دیکھا اور نہایت اطمینان سے ٹہلتے ہوئے اسی جانب چل پڑے تھے جدھر مونیکا گئی تھی۔

مونیکا اب اس کمرے کے سامنے تھی جس کے اندر سے آوازیں آ رہی تھیں۔ شاید پہلے وہ اس طرف نہیں آئی تھی۔ دروازہ باہر سے بند تھا اور اب بھی پیٹا جا رہا تھا جو کوئی بھی اندر رہا ہو اب بھی چیخ رہا تھا۔ " ارے دروازہ کھولو میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ نہیں جانتا"۔

آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے چیختے ہی چیختے گلا پھٹ گیا ہو۔

دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا صرف چٹخنی ہی لگائی گئی تھی۔ مونیکا نے ایک آدمی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا اس نے بے چوں وچرا تعمیل کی۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی مونیکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ایک شکستہ حال آدمی اس کے سامنے کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"تم۔۔۔۔تم۔۔۔۔ "مونیکا ہکلائی۔ " تم یہاں کیسے"؟۔

"تم۔۔۔ مونی ہونا"۔ اس نے کہا۔ "اور مجھ سے اس طرح پیش آ رہی ہو۔ ظاہر کچھ باطن کچھ۔۔۔ کیا تمہارا یہ رویہ مجھے پاگل کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے"؟۔

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں کچھ نہیں سمجھی"۔

"یہاں مجھے یوں قید کیا گیا ہے۔ مجھ پر تشدد کیوں کیا جا رہا ہے"؟۔

"یہی میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ تمہیں کس نے قید کیا ہے"؟۔

"ڈنگو نے"۔

"ڈنگو نے"۔ مونیکا متحیرانہ انداز میں چیخی۔

"ہاں۔۔۔ ڈنگو نے۔۔۔ میرے خدا وہ بالکل وحشی ہے۔ اس نے جیسی اذیتیں مجھے دی ہیں۔۔۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم"؟۔ مونیکا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کوٹ ہٹا کر میری پیٹھ ہٹا کر دیکھو۔ جس پر خون کے قطرات آہستہ آہستہ رینگ رہے ہیں۔ اس نے مجھے سوئیوں کے بستر پر لٹا دیا تھا"۔

"کیوں"؟۔

"کاغذات۔۔۔ باس کے کاغذات مانگ رہا تھا مجھ سے"۔

"اوہ۔۔۔" مونیکا نے ہونٹ بھینچ لیے پھر اپنے ساتھ آنے والے تینوں آدمیوں کی طرف مڑی لیکن ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر آنکھیں نکالیں۔

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں ہے مادام"۔ ایک آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔ "دماغ ٹھنڈا رکھیے اور یہ بھول جائیے کہ اس کا ہنٹر کا رعب ہم پر اب بھی پڑے گا"۔

"کیا بکواس ہے"۔ اس نے اس پر ہنٹر سے حملہ کیا لیکن ہنٹر پکڑ لیا گیا۔

"کمینے۔۔۔ کتے۔۔۔ ذلیل"۔ وہ ہنٹر چھین لینے کے لیے زور کر رہی تھی۔ "کیا تمہاری شامت آئی ہے"۔

تینوں نے بیک وقت قہقہے لگائے۔ پھر ایک بولا۔ "ہمیں تشدد پر مجبور نہ کرو مونیکا۔ ہم تم سے نہیں ڈنگو سے

ڈرتے تھے۔ بہتر یہی ہے کہ کاغذات کے بارے میں ابھی اور اس وقت تصفیہ کر لو۔ ڈنگو تمہیں جان سے نہیں مارنا چاہتا اور نہ یہی چاہتا ہے کہ تم پر کسی قسم کا تشدد کیا جائے"۔

"تھو۔۔۔۔" مونیکا نے جھلاہٹ میں اس کے منہ پر تھوک دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک بھر پور تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ بری طرح بوکھلا گئی۔ بوکھلاہٹ کیا اسے پاگل پن کا دورہ ہی کہنا چاہئے۔ وہ ان پر ٹوٹ پڑی تھی۔ کسی کو دانتوں سے بھنبھوڑ رہی تھی اور کسی کے چہرے پر ناخنوں سے نقش ونگار بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن خود اس کی پوزیشن بھی بڑی نازک تھی۔ ایک نے اس کے بال بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے اور دوسرا پیٹھ پر گھونسے مار رہا تھا۔

یک بیک بڑے روشندان سے کوئی فرش پر کودا۔

"ٹھہرو"۔ کودنے والے ہی نے کہا تھا۔ انہوں نے مونیکا کو چھوڑ دیا اور مونیکا بھی اس کی طرف مڑی۔

مگر شاید یہ اس کے لیے ایسا ہی دن تھا جس میں انہونیوں کے علاوہ اور کسی چیز کا ظہور نہیں ہوسکتا تھا۔ روشندان سے فرش پر کودنے والا وہی احمق جادوگر تھا جس کے لیے وہ صبح سے سرگرداں رہی تھی۔

"عورتوں پر ہاتھ اٹھانے سے اکثر بدہضمی ہوجاتی ہے اس لیے میں تمہارے لیے ہاضمے کی گولیاں لایا ہوں"۔ احمق نے کہا اور وہ تینوں اس پر ٹوٹ پڑے۔ مونیکا یہی سمجھی تھی کہ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن شاید یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسے موقعوں پر خود اسے کیا کرنا چاہئے"۔

پہلے حملے میں انہوں نے احمق کی اچھی خاصی پٹائی کر دی۔ لیکن پھر احمق نے سنبھالا لے کر جو ہاتھ جھاڑنا شروع کیے ہیں تو پھر ان میں سے کوئی سنبھل ہی نہ سکا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ وہ ان میں سے کسی کو پکڑ کر اپنے سر سے بلند کرتا اور بقیہ دونوں پر کھینچ مارتا۔

مونیکا دیوار سے لگی کھڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی اسے تو اب ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سچ مچ وہ احمق جادوگر ہی رہا ہو۔۔ ڈنگو کے یہ تینوں آدمی مانے ہوئے لڑاکے تھے۔ لیکن شاید اب وہ کسی نہ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑا کر نکل جانا چاہتے تھے۔

"اوہ۔۔۔۔ بزدلو"۔ اچانک بائیں جانب سے آواز آئی۔ "تم ہٹ جاؤ"۔

مونیکا چونک کر مڑی۔ ڈنگو دروازے سے گزر کر اندر آ چکا تھا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لڑنے والوں کے ہاتھ رک گئے۔

"ہٹو۔ تم لوگ الگ ہٹ جاؤ۔" اس نے ایک بار پھر اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ تیزی سے ادھر ادھر ہو گئے۔ مونیکا کے ہونٹ ہلے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی شاید وہ کچھ کہنا چاہتی رہی تھی۔ پھر ارادہ ترک کر دیا تھا۔

ڈنگو نے احمق پر فائر جھونک مارا۔

"تمہارا ہاتھ کانپ رہا ہے، ڈنگو"۔ احمق نے آواز دی۔ وہ تو اب بھی وہیں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ مونیکا نے لمبی سانس لی۔ ڈنگو نے جھلاہٹ میں پے در پے تین فائر اور کیے۔ احمق گویا ہوا میں اڑ رہا تھا۔ جیسے ہی ڈنگو کی انگلی ٹریگر پر ڈھیلی ہوئی احمق نے ہنس کر کہا۔ "بقیہ دونوں گولیاں بھی ختم کر دو ورنہ کہیں تمہیں خودکشی نہ کرنی پڑے"۔

لیکن ڈنگو نے پھر فائر نہیں کیا۔ وہ اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر یک بیک ہنس پڑا۔

"واقعی تم بہت کام کے آدمی ہو"۔ اس نے کہا۔ "مگر نہ جانے کیوں تم نے میری پیشکش ٹھکرا دی"۔

"کچھ نہیں، یونہی تفریحاً"۔ احمق نے کہا اس کی نظریں ڈنگو کے ریوالور ہی پر تھیں۔

مونیکا جو ڈنگو سے اچھی طرح واقف تھی سوچ رہی تھی کہ اب وہ اسے باتوں میں الجھا کر ہی فائر کر دے گا۔ اس کا یہ اندیشہ درست نکلا ڈنگو نے پھر فائر کیا تھا۔ لیکن احمق پھر بچ گیا اتنا پھرتیلا آدمی آج تک مونیکا کی نظروں سے نہیں گذرا تھا"۔

"اب یہ آخری گولی خودکشی کے لیے رہنے دو ڈنگو"۔ احمق نے کہا اور ڈنگو پھر ہنسنے لگا۔ اس کے تینوں ملازم دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے بری طرح ہانپ رہے تھے۔ اب شاید ان میں کھڑے رہنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی تھی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو"۔ ڈنگو نے ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں"۔

"ہاتھ کے ساتھ ہی خود بھی بڑھ آو"۔ احمق بولا۔ "میں تو اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکتا"۔

یک بیک ڈنگو نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن اپنے ہی زور میں سامنے والی دیوار سے ٹکرایا کیونکہ احمق بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

"یار۔۔۔ڈنگو تمہیں پیٹنے کے لیے مجھے زمین پر بیٹھنا پڑے گا"۔ احمق نے سنجیدگی سے کہا۔ "اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اکڑوں بیٹھنے سے پینٹ کی کریز تباہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے تم ایک سیڑھی منگواو"۔

ڈنگو نے اچانک مڑ کر آخری گولی بھی ضائع کر دی۔ کیونکہ احمق اب بھی غافل نہیں تھا۔

ڈنگو کے ساتھیوں کے پاس ریوالور نہیں تھے ورنہ وہ بخل سے کام نہ لیتے۔ اور پھر اس وقت تو وہ گولی ہزاروں روپے کی ثابت ہوتی جس کے ذریعہ وہ اس بھوت سے پیچھا چھڑا سکتے۔ وہ خوف زدہ بھی نظر آ رہے تھے۔ شاید انہیں بھی کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا کہ وہ جادوگر ہی ہے۔

ڈنگو کے آخری فائر کے بعد سناٹا چھا گیا۔ ہر ایک کی نظر احمق کے چہرے پر تھی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ احمق نظر آ رہا تھا۔

یک بیک مونیکا نے اپنے وینٹی بیگ سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ شاید وہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کیے اب تک پستول ہی نکال لینے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

اس نے پستول کا رخ ڈنگو کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "دھوکے باز تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں آئے گی"

"وہ تو میں جانتا ہی تھا کہ اب بیچارے ڈنگو کی کیا وقعت رہے گی تمہاری نظروں میں"۔

"اوہ۔۔۔وہ کہاں گیا؟۔ وہ"۔ احمق چونک کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ہونہہ"۔ ڈنگو لاپرواہی سے بولا۔ "میرے ہاتھ سے بھی گیا اور تمہارے ہاتھ سے بھی"۔

"پرواہ نہیں"۔ مونیکا نے اس سے بھی زیادہ لاپرواہی ظاہر کی۔ "تم بتاو کہ تم نے اسے کیوں قید کیا تھا۔ میری لاعلمی میں تم نے اس سے کاغذات کا مطالبہ کیوں کیا"؟۔

"اس دشمن کی موجودگی میں جھگڑا نہ کرو"۔ ڈنگو کا لہجہ سرد تھا۔

"مجھ کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے"۔

"تو جہنم میں جاؤ کرو مجھ پر فائر۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ ایسے کسی موقعہ کے لیے میں نے تمہارے پستول میں گولیاں رہنے دی ہوں گی۔ پستول تو اسی وقت خالی ہو گیا تھا۔ جب میں تم سے الگ ہوا تھا ڈارلنگ" ٹونی نکل گیا ہے یہ بہت برا ہوا"۔

مونیکا نے ٹریگر دبا دیا۔ شاید وہ سمجھی کہ ڈنگو بلف کر رہا ہے لیکن پستول حقیقتاً خالی تھا۔

ڈنگر نے قہقہہ لگایا اور پھر یک بیک احمق کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میرا آخری حربہ سنبھالو۔ تم دونوں سے کہہ رہا ہوں۔ مونیکا تمہاری موت میرے لیے تکلیف دہ ہوگی۔ مگر کیا بتاؤں، اب تمہیں زندہ چھوڑنا بھی نادانی ہوگی کیونکہ اب تم میرے لیے کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح زندہ رہو گی"۔

مونیکا کچھ نہ بولی۔ شائد وہ اس کے حملے کی نوعیت کے متعلق غور کرنے لگی تھی۔ احمق بھی سنبھل گیا تھا۔ ڈنگو ایسے پوز میں نظر آ رہا تھا گویا اب کسی دوسرے ڈھب سے اس پر چھلانگ لگائے گا۔

لیکن اچانک اس اپنی پشت والی کھڑکی میں چھلانگ لگائی جس کے دونوں پاٹ کھلے ہوئے تھے۔

"ارے"۔ دونوں کی زبانوں سے بیک وقت نکلا اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔

"اوہ۔۔۔ ڈاج دے گیا"۔ احمق رانوں پر ہاتھ مار کر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔

راہداری سنسان پڑی تھی لیکن وہ دوڑتا ہی رہا۔ مونیکا اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

"وہ باہر نہ نکلنے پائے۔۔۔ دیکھو، اگر وہ نکل گیا"۔۔۔ مونیکا چیخی۔

احمق دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رک گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن اس نے کمرے میں قدم نہیں رکھا اور دروازے ہی پر کھڑا اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے اچانک کوئی حیرت انگیز چیز سامنے آ گئی ہو۔

"کیا ہے"؟۔ مونیکا نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا اور پھر اس چیز پر اس کی بھی نظر پڑ گئی جیسے وہ اتنے انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

یہ کمرے کے وسط میں فرش پر ایک مستطیل خلا تھا جس کا رقبہ کم از کم بارہ مربع فٹ ضرور رہا ہوگا۔ یہ کسی تہہ خانے ہی کا راستہ ہو سکتا تھا۔

" کیوں رک گئے۔ چلو۔ ممکن ہے وہ تہہ خانے ہی میں اتر گیا ہو۔ اس کا بچ نکلنا بیحد خطرناک ہوگا"۔ مونیکا نے کہا۔

" کیا یہ عمارت تمہاری دیکھی بھالی ہوئی ہے"؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں میں پہلی بار آئی ہوں۔ حالانکہ یہ ڈنگوری کی ملکیت ہے"۔

"مجھے تہہ خانوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ احمق بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ " تم ذرا جا کر جھانکو"۔

مونیکا نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے بکواس ہی سمجھی ہو۔ پھر وہ آگے بڑھ گئی۔ احمق دروازے ہی میں کھڑا رہا۔ وہ تہہ خانے کے راستے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ اور پھر دوزانوں بیٹھ کر اس میں جھانکنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد سر اٹھا کر احمق کی طرف مڑی اور آنکھوں کی جنبش سے اسے قریب انے کا اشارہ کیا احمق نے ادھر ادھر دیکھ کر کمرے میں قدم رکھا۔ وہ کسی وحشت زدہ ہرن کی طرح چوکنا نظر آ رہا تھا۔ مونیکا نے پھر اشارہ کیا اس کے ہونٹ بھی ہلے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔ احمق بھی اس کے قریب پہنچ کر دوزانوں بیٹھ گیا۔

"وہ تہہ خانے ہی میں ہے" مونیکا نے سرگوشی کی۔ "میں نے آہٹیں سنی ہیں"۔

احمق بھی تہہ خانے میں جھانکنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھوں میں تارے سا ناچ گئے وہ تیز قسم کی بو مونیکا کی ناک میں بھی تیر کی طرح گھسی تھی جس کا بھبکا سا تہہ خانے کے راستے سے نکلا تھا۔

احمق تیزی سے پیچھے کھسکا، لیکن مونیکا کو اس کی حالت دیکھنے کا ہوش کہاں تھا۔

یہ نہ جانے کیسی بو تھی جس نے بیک وقت اس کے ذہن و جسم کو اس طرح متاثر کیا تھا کہ وہ نہ تو کچھ سوچنے کے قابل رہ گئی تھی اور نہ جسم ہی میں کھڑے ہونے کی قوت ہی محسوس کر رہی تھی۔

آنکھوں کے سامنے چھائی ہوئی دھند آہستہ آہستہ تاریکی میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس طرح اس حد تک پیچھے کھسک آئی تھی کہ بیہوش ہو کر تہہ خانے ہی میں نہیں جا پڑی۔

--------------------------*-------------*

ہوش میں آنے کے بعد کسے اندازہ ہوتا ہے کہ بیہوشی میں کتنا وقت گزرا ہو گا۔ لیکن مونیکا کی آنکھیں اندھیرے میں نہیں کھلی تھیں۔ اجالا ہی تھا۔ اور کمرے کی چھت صاف نظر آرہی تھی اور اس کا بھی احساس تھا کہ وہ فرش پر چت پڑی ہوئی ہے۔ یعنی حواس بحال ہی تھے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ارادہ کرنے کے باوجود بھی نہ اٹھ سکی ہو۔ خاصی لحیم شحیم اور جی دار عورت تھی لیکن اس وقت تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم کی ساری قوت نچوڑ لی گئی۔ دفعتاً اسے احمق کا چہرہ نظر آیا جو اس پر جھکا ہوا تھا۔

"مجھے اٹھاؤ"۔ مونیکا خفیف سی آواز میں بولی۔

"ارے باپ رے"۔ احمق بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور مونیکا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں پھر پوچھا۔

"ہم کہاں ہیں"؟۔

"ابھی کسی نے بتایا نہیں، کوئی ایسا آدمی بھی نہیں ملتا جس کے ہاتھ کسی اخبار میں اشتہار بھجوا سکوں"۔

" کیسا اشتہار۔۔۔۔ کیا مطلب"؟

"یہی کہ ہمیں ڈھونڈ نکالنے والے پونے ڈھائی پونڈ انعام دیئے جائیں گے۔ ہائے میری ممی کتنی پریشان ہوں گی۔۔۔۔ ارے باپ رے"۔ وہ یک بیک اچھل پڑا۔

" کیا ہوا"؟۔

"اگر انہیں علم ہو جائے کہ ہم دونوں یہاں تنہا ہیں تو چانٹے مار مار کر مجھے فارغ البال کر دیں"۔

" تم ہو کیا بلا"؟۔

"جادوگر۔ مگر اب میری بیٹری ایگزہاسٹ ہو چکی ہے۔ دوبارہ چارج کرائے بغیر نہیں چلے گی ورنہ میں اب تک ان دیواروں کو ریزہ ریزہ کر دیتا"۔

" تم بھی بیہوش ہو گئے تھے"؟۔

"نہیں، ذرا بے موقع نیند آ گئی تھی۔ ہائیں تم بیہوشی کی باتیں کر رہی ہو۔ کیا مطلب"؟۔

"وہ کسی قسم کی گیس تھی۔ مونیکا نے کہا۔ "تہہ خانے سے ہم پر چھوڑ گئی تھی۔ اب ہم ڈنگو کے قیدی ہیں"۔

"ارے نہیں"۔ وہ احمقانہ انداز میں ہنسا۔ "مجھے شاید سڑک پر نیند آ گئی تھی۔ کسی شریف آدمی نے یہاں پہنچا دیا۔ مم مگر تم کون ہو"؟

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے، آخر تم کیوں آ پھنسے، ہم تو صبح سے تمہاری تلاش میں تھے"۔

"جب تم تلاش ہی میں تھے تو کیوں نہ آ پھنستا، میں تو زیادہ تر تمہاری گاڑی کے پیچھے ہی رہا ہوں"۔

" کیا مطلب"؟۔

"میں نے سوچا تھا کہ جب تم مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جاؤ گی تو میں پیچھے جا کر تمہاری آنکھیں بند کر لوں گا، تم کہو گی ڈنگو۔۔۔ میں کہوں گا اوں ہونہ۔ تب تم آنکھوں پر سے میرے ہاتھ ہٹا دو گی۔

اوہ۔۔۔ کاش میں ڈنگو سے بھی چھوٹا ہوتا مگر اب بتاؤ کیا تمہیں اب بھی ڈنگو سے وہ ہے۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔۔"؟

احمق نے شرما کر سر جھکا لیا اور اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی انگلیاں مروڑنے لگا۔ مونیکا اسے گھورتی ہوئی اٹھ بیٹھی اور پھر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ کمرہ کافی کشادہ تھا لیکن نہ تو یہاں کسی قسم کا سامان تھا اور نہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ عرصے سے اس کی صفائی کی گئی ہو۔ کھڑکیاں دو تھیں لیکن ان میں موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ جن کے درمیانی فاصلہ زیادہ سے زیادہ تین انگلی رہے ہوں گے۔ دروازہ ایک ہی تھا لیکن بند تھا۔

"شاید ہم اسی عمارت میں ہیں"۔ اس نے کہا لیکن احمق کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں تھا۔ مونیکا اٹھ کر دروازے کے قریب آئی اور اسے ہلا کر دیکھا۔ وہ دوسری طرف سے بولٹ کر دیا گیا تھا اور کمزور بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً وہ اسے زور زور سے پیٹ کر چیخنے لگی۔ "یہاں کون ہے۔ دروازہ کھولو۔ ورنہ ٹکڑے اڑا دوں گی۔ ذلیلو۔۔۔ کمینو۔۔۔ کتو۔۔۔۔ میں تمہیں خاک میں ملا دوں گی۔ دروازہ کھولو"۔

"ہرگز نہ کھولنا"۔ احمق نے ہانک لگائی۔ "دیکھتا ہوں یہ کیا کر لیتی ہیں"؟۔

"چپ رہو"۔ وہ اس کی طرف مڑ کر دہاڑی۔

"ارے تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے"۔ احمق بڑبڑایا۔ "میں نے بھی اپنا خیال ظاہر کر دیا تھا۔ دروازہ کھلنے کے بعد کیا ہو گا۔ پھر وہی اچھل کود اور پھر وہی بھاگ دوڑ۔ کنفیوشش نے کہا تھا اگر تم کسی عورت کے ساتھ بند کر دیئے جاؤ تو بند کرنے والوں کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کرو۔ کیونکہ عورت بھی موری طرح بار بار نہیں آتی"۔

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی"

"تب تو خدا غارت کر دے بند کرنے والوں کو"۔

"سب کچھ تمہاری بدولت ہوا ہے۔ میں تمہاری ہڈیاں چباؤں گی"۔ وہ دانت پیس کر بولی۔

"لیکن بوٹیاں میرے لیے چھوڑ دینا کیونکہ میرے دانت کمزور ہیں"۔

"کیوں غصہ دلاتا ہے مجھے"؟۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخی۔

"میری شکل ہی ایسی ہے کہ لوگ دیکھیں اور جل بھن جائیں"۔ احمق سر ہلا کر مایوسانہ انداز میں بولا۔

مونیکا دیوار سے لگ کر ہانپنے لگی۔ احمق اس طرح منہ پھلائے بیٹھا تھا جیسے ساری دنیا سے روٹھ گیا ہو۔

یک بیک اس نے سر اٹھا کر مونیکا سے پوچھا۔ "ہوپی سے تمہارا کیا رشتہ تھا"؟۔

"کیوں"؟۔ مونیکا یک بیک چونک پڑی۔

"بس یونہی"۔

"تم آخر ہو کون"؟۔

"میں ڈنگو کے چہرے سے نقاب ہٹانا چاہتا ہوں"۔

"میں نہیں سمجھی"؟۔

"دماغ ٹھنڈا رکھے بغیر سمجھ میں نہیں آئے گا۔ یہاں آؤ۔ میرے قریب بیٹھو، ورنہ یہاں سچ مچ ہماری ہڈیاں تک گل جائیں گی"۔

"تم باہر نکلنے کی فکر کیوں نہیں کرتے"؟۔

"فضول ہے۔ میں پہلے ہی کوشش کر چکا ہوں۔ دروازہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کریگا"۔

مونیکا کے چہرے پر اب بھی بیزاری کے آثار تھے لیکن وہ اس کے قریب آ گئی۔

"بیٹھ جاؤ"۔ احمق بولا۔ مونیکا کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ غیر ارادی طور پر اس کے احکامات کی تعمیل کر رہی ہو ایک بار پھر اس نے آنکھیں پھاڑ کر اسے گھورا۔

اب تو اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔ آنکھیں کسی زہریلے سانپ کی آنکھوں سے مشابہ نظر آ رہی تھیں۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے یکلخت اس کی شخصیت بدل گئی ہو۔

"تت۔۔۔ تم نے ہوپی کا تذکرہ کیوں چھیڑا"؟۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھ سے سوال کرنے کے بجائے میرے سوالات کے جواب دو"۔

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "ہوپی میرا باپ تھا"۔

"اوہ"۔

"کیوں تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے"؟۔

"حیرت سے بھی زیادہ ہونا چاہئے، کیونکہ تم ابھی تک اپنے باپ کے قاتل کی محبوبہ بنی رہی ہو"۔

"کیا مطلب"؟۔ وہ اچھل پڑی۔

"میں ڈنگو کی بات کر رہا ہوں"۔

"نہیں یہ نہیں ہوسکتا"۔

"پھر ٹونی کا کیا قصہ تھا۔ کیا تمہارے باپ کا معتمد نہیں تھا"۔

"تھا تو"؟۔

"وہ کس قسم کے کاغذات کا چکر تھا۔ ڈنگو نے اسے کیوں قید کر رکھا تھا"؟۔

"ڈنگو کا عرصے سے خیال تھا کہ اس کے پاس کچھ ایسے کاغذات ہیں جن سے میرے باپ کے قاتل پر روشنی پڑسکتی ہے۔ لیکن ٹونی نے اس کا اعتراف نہیں کیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ ہوپی کو بونا کے آدمیوں نے قتل کیا تھا۔ بونا کا نام سنا ہے کبھی"۔

"ہاں سنا تو ہے۔۔۔ وہی تو نہیں جو یہاں سے جرمنی کے لیے انڈے سپلائی کرتا ہے"؟۔

"تم نہیں جانتے"۔ بونا ایک خطرناک آدمی ہے اس کا گروہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے لیکن اسے آج تک کسی نے دیکھا نہیں"۔

"خیر چلو یہی درست ہوگا۔ لیکن اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ بونا ہی کے آدمیوں نے اسے قتل کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس طرح لوگوں نے بونا کو نہیں دیکھا اسی طرح اس کے گروہ کے آدمی بھی عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہی ہوں گے"۔

"کچھ بھی ہو۔ میں صرف اسی امید پر زندہ ہوں کہ کبھی نہ کبھی تو میرے ہاتھ بونا کی گردن تک پہنچ ہی سکیں گے"۔

"کیا تمہیں بھی یقین ہے کہ ٹونی کے پاس اس قسم کے کاغذات ہوں گے جن سے تمہارے باپ کے قاتلوں پر روشنی پڑ سکے گی"؟۔

"نہیں، اگر اس کے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو مجھے ضرور بتاتا۔ کیونکہ وہ اب بھی میرے ہی ٹکڑوں پر پل رہا ہے"۔

"تمہارا ڈنگو کا ساتھ کیسے ہوا تھا"؟۔

"وہ میرے باپ کے دوستوں میں سے تھا۔ جب یہ بات مشہور ہوئی کہ میرا باپ بونا کے کسی انتقام کا شکار ہوا تھا تو وہ میرے پاس آیا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ وہ ہوپی کے خون کا بدلہ بونا اور اس کے آدمیوں سے ضرور لے گا۔ مجھے اس سے نفرت تھی لیکن اس کا علم تھا کہ وہ بھی بونا کے دشمنوں میں سے ہے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ بونا سے نپٹنے کے لیے ڈنگو سے بہتر مددگار نہ مل سکے گا لہذا میں نے طوعا و کرہا اسے برداشت کر لیا اور کاروبار میں بھی اس کا ہاتھ بٹاتی رہی، لیکن وہ ناشکر گزار نکلا۔۔۔"

مونیکا کو پھر غصہ آیا تھا اور وہ پھر ہانپنے لگی تھی۔

"لیکن یہ تو سوچو کہ اس نے تمہیں اور ٹونی کو یکجا کر کے کاغذات کا مطالبہ کیوں کیا تھا"؟۔

"یہی چیز تو سمجھ میں نہیں آتی"۔

"مجھ سے سنو، پہلے تو اسے میری تلاش اس لیے تھی کہ وہ مجھے اپنے قمار خانے میں ملازم رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر وہ دن یاد کرو جب کسی نے تم سے فون پر ڈنگو کے متعلق پوچھا تھا اور تم نے اسے گالیاں دی تھیں"۔

"اوہ۔۔۔ وہی چیز تو بنائے مخاصمت بنی تھی۔ میں اس سے پوچھ رہی تھی کہ دوسری طرف سے بولنے والے نے کیا کہا تھا جس پر جھلا کر اس نے سلسلہ ہی منقطع کر دیا تھا۔ ویسے یہ تو میں جانتی ہی ہوں کہ وہ تم تھے"۔

احمق مسکرایا اور پھر بولا۔ "میں نے اس سے کہا تھا کہ ہو پی کے قتل میں اس کے علاوہ اور کسی کا ہاتھ نہیں ہوسکتا"

"اوہ۔۔۔ ہو"۔ مونیکا کے ہونٹوں نے دائرے کی شکل اختیار کی اور آنکھیں پھیل گئیں۔

پھر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ احمق بھی خاموش بیٹھا رہا کچھ دیر بعد مونیکا نے کہا۔

" مگر تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار تم کیوں ڈنگو کے پیچھے پڑ گئے ہو"؟۔

"یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔ ایک خاندان کی تباہی کی داستان۔ تین سال ہوئے میرا باپ یہاں سے لٹ کر گیا تھا۔ پچھلے سال میرا بھائی تباہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ساری پونجی جوے میں ہار دی تھی۔ پھر میں آیا تو تمہارے ایک ایجنٹ نے مجھے بھی الو بنانا چاہا۔ وہ تدبیر بتائی جس سے میں بہت بڑی جیت میں رہتا۔ یعنی میں بھی سر کے بل کھڑا ہو جاتا۔۔۔ کیوں"؟۔

"یہ تو بزنس ہے" مونیکا مسکرائی۔

"اور اس بزنس کی جنرل منیجر ایک بکری ہے"۔ عمران بھی خوش ہو کر بولا۔

"اوہ۔۔۔ وہ تو"۔

"ہاں، محض تفریح کی خاطر۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں۔ لیلی کے کتے کی کہانی بھی سنی ہے لیکن یہاں بکری کے مجنون پائے جاتے ہیں۔ لڑکیاں ایسے مردوں سے محبت کرتی ہیں جنہیں صرف خوردبین ہی سے دیکھا جا سکے"۔

"میرا مذاق مت اڑاو"۔ مونیکا نے دانت پیس کر گھونسا اٹھایا۔

"ہاتھ نیچے گراو ورنہ صرف گوشت کا تختہ ہو کر رہ جائے گا۔ جانتی ہو ڈنگو اس کھڑکی پر کھڑے ہو کر کیا کہہ گیا تھا"؟۔

"کیا کہہ گیا تھا"؟۔ مونیکا نے ہاتھ گرا لیا۔

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مونیکا کے لیے میرے خلاف کام کر رہے ہو۔ مونیکا مجھے شروع ہی سے دھوکا دیتی رہی ہے"۔

"لیکن اس کتے نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ اگر تم نہ آ جاتے تو شاید وہ تینوں نمک حرام مجھے مار ہی ڈالتے"۔

"ڈنگو کا خیال ہے کہ تمہیں ان کاغذات کا علم ہے اسی لیے اس نے تمہیں اور ٹونی کو یکجا کیا تھا۔ شاید وہ اس کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔ لیکن اس فون کال نے اسے بری طرح بوکھلا دیا ہے۔ جو کام وہ آہستہ آہستہ کرنا چاہتا تھا اسے اب جلد از جلد ختم کر دینا چاہتا ہے۔ آخر اسے ان کاغذات کی اتنی فکر کیوں ہے"؟۔

"میں بھی یہی سوچتی ہوں۔ جب یہ معلوم ہی ہے کہ ہوپی کو بونا کے آدمیوں نے قتل کیا تھا تو پھر ان کاغذات کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے"۔

"ہوسکتا ہے وہ کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کریں۔ لیکن ڈنگو اس خاص آدمی کو تمہارے علم میں نہ لانا چاہتا ہو"۔

"اس لیے وہ آدمی ڈنگو ہی ہوسکتا ہے"۔

"اگر نہیں ہوسکتا تو اس نے تمہیں اس کال کے بارے میں کیوں نہیں بتایا تھا؟ ۔ یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ کوئی اسے ہوپی کے قتل کا الزام دے رہا ہے۔ بولو"؟۔

مونیکا کچھ نہ بولی۔ احمق اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر یک بیک اس نے کہا۔ "کیا ڈنگو ٹونی کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا"؟۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ لیکن کاش میں اس سے پہلے ہی ڈنگو کا خاتمہ کر سکتی۔ ہوسکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔ ڈنگو نے مجھے محض اس لیے زندہ رہنے دیا ہو کہ ٹونی سے کاغذات حاصل کرنے میں مدد ملے"۔

"وہ یہی کہہ گیا ہے۔ بس اتنی ہی زندگی ہے ہم لوگوں کی جتنی دیر ٹونی کی تلاش کرنے میں لگے گی"۔

"پھر اب کیا کیا جائے"؟۔

"میں تو ایسے مواقع پر عموماً رمبا ناچتا ہوں۔ پارٹنر نہ ملے تو اکیلے ہی شروع ہو جاتا ہوں"۔

"کیا تم واقعی اتنے ہی احمق ہو جتنے نظر آتے ہو"؟۔

"احمق تم۔ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ تم خود احمق، ذرا زبان سنبھال کے۔۔ ہاں"۔

"لیکن تمہیں کیسے علم ہوا کہ ڈنگوی ہوپی کا قاتل ہے"؟۔

"کالا جادو۔ میں نے شتر مرغ کی دم پر کھڑے ہو کر رات بھر جادو جگایا تھا پھر میرے ہیروں نے اطلاع دے تھی کہ ڈنگوی ہوپی کا قاتل ہے"۔

"بکواس مت کرو۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ میں تمہیں پہلی بار دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی بہت بڑے فراڈ ہو"۔

"اچھا سچ بتانا کبھی تمہیں ڈنگو کی محبوبہ ہونے پر شرم بھی آئی ہے"؟۔ احمق نے پوچھا۔

"وہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ ایک مضحکہ خیز تفریح"۔

"لیکن اب وہ تمہیں بڑی بے دردی سے مار ڈالے گا"۔

"ہو سکتا ہے"۔ مونیکا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"لیکن میں خوامخواہ مر رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ ضرورت ہی کیا تھی کہ میں بھی کود پڑتا۔ مجھے ڈنگو کا کاروبار چوپٹ کرنا تھا وہ ہر حال میں کر دیتا"۔

"ہاں۔ میں بھی یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ تم اس معاملے میں کیوں آ کودے"؟۔

"آہ۔۔۔ کیا بتاؤں" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تمہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ڈیڑھ درجن بچوں کی ایک جھول مجھے قبر کی طرف ہانکے لیے جا رہی ہو۔ کیا اسی کو عشق کہتے ہیں"؟۔

"بکواس کرو گے تو منہ نوچ لوں گی"۔

"اسے نوچنا نہیں چومنا کہتے ہیں شاید۔۔۔۔۔ عشق میں۔۔۔۔ میں ابھی عشق میں انڈر گریجویٹ ہوں"۔

"بکواس بند کرو۔ آج تک کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ مجھ سے اس طرح گفتگو کر سکے"۔

خوش آمدید
پروڈکشن

"تمہارے ستارے گردش میں آچکے ہیں۔ کچھ دیر پہلے تمہارے غلام کس طرح پیش آئے تھے یاد ہے یا نہیں"؟۔

مونیکا کچھ نہ بولی۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔

* * * *

مارتھا پاگلوں کی طرح صفدر کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہی تھی۔ لیکن اس کی آنکھ جلد نہ کھل سکی۔ آج وہ خلاف معمول دن میں سو گیا تھا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد اس کی نیند کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"میں تو سمجھی تھی شائد دروازہ ہی توڑنا پڑے گا"۔ مارتھا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں آج میں دن میں کیسے سو گیا"۔

"ایک بری خبر ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا"۔

"کیا ہوا"؟۔

"میں نے منع کیا تھا کہ ڈنگو کے چکر میں نہ پڑو۔ اب یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ تمہارا احمق لیڈر زندہ ہے یا مار ڈالا گیا"؟۔

"کیوں کیا ہوا"؟۔ صفدر بوکھلا گیا۔

"وہ ایک بوڑھے کے میک اپ میں مونیکا کی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا۔ چونکہ میں پہلے بھی اسے اسی میک اپ میں دیکھ چکی تھی اس لیے اسے پہچان گئی اور اس کا تعاقب شروع کردیا۔ مونیکا ویران ساحلی علاقے کی ایک عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے تین خطرناک غنڈے بھی تھے۔ تھوڑی دیر بعد یہ حضرت بھی اندر تشریف لے گئے لیکن پھر واپسی نہیں ہو سکی۔ کچھ دیر بعد اندر سے فائروں کی آوازیں بھی آئی تھیں"۔

"کتنی دیر گزری اس واقعہ کو"؟۔

"تقریباً دو گھنٹے"۔

"خدا کی پناہ اور تم اب اطلاع دے رہی ہو"؟۔

"تم نہیں سمجھ سکتے کہ مجھے کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں تنہا تھی۔ ایسے حالات میں وہاں سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔ شاید اب بھی نہ پہنچ سکتی۔ وہ تو اتفاقاً ایک ماہی گیر مل گیا جس کے ہاتھ میں اپنے ایک اسسٹنٹ کو خط بھجوانے میں کامیاب ہو گئی۔ جب وہ تین آدمیوں سمیت وہاں پہنچ گیا تب ہی میں آ سکی ہوں آس پاس کچھ کھنڈر ہیں جہاں سے وہ اس عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں"۔

"تو پھر میں بھی چل رہا ہوں۔ کیا اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بلا لوں"؟۔

"دوسرے ساتھی"؟۔ مارتھا نے حیرت سے کہا۔ پھر بولی۔ "صرف کالے آدمی کے متعلق کہہ رہے ہو"؟۔

"نہیں، جولیا اور چوہان"۔

"کہاں رہتے ہو۔۔۔۔۔۔ وہ یہاں کب ہیں"؟۔

"کیوں۔۔۔۔۔؟ کیا مطلب"؟۔

"اوہ۔۔۔۔۔ تو کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہارا لیڈر انہیں واپس بھجوا چکا ہے"؟۔

"میں نہیں جانتا۔ خدا جانے وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔ بعض اوقات سچ مچ پاگل بنا دیتا ہے"۔

"فکر مت کرو۔ مجھے توقع نہیں ہے کہ آئندہ پھر کبھی اس سے ملاقات ہو سکے"۔

"اوہ۔۔۔۔۔ تم کیا جانو اسے۔۔۔۔۔ اسے سمجھنا بہت مشکل ہے، وہ چوہوں کی طرح مرنے کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ جوزف کہاں ہے"؟۔

"اسے اس نے کسی کی نگرانی پر معمور کیا تھا وہ اب بھی وہی کر رہا ہے"۔

صفدر نے بڑی جلدی میں لباس تبدیل کیا۔ اس خبر نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ عمران سے کبھی کوئی غلطی ہی نہ ہوتی۔ ہو سکتا ہے اس بار سچ مچ موت ہی نے آواز دی ہو لیکن اس کی موت کا تصور کتنا تکلیف دہ تھا۔ صفدر کو اسی وقت احساس ہو سکا۔ وہ اب تک درجنوں مہمات میں اس کا رفیق رہ چکا تھا اس کے ساتھ قہقہے بھی لگائے تھے اور سختیاں بھی جھیلی تھیں۔ اکثر اس پر غصہ بھی آیا تھا اور پھر اپنے رویے

اردو خوش آمدید
پروفیشنل پروڈکشن

پر ندامت بھی ہوئی تھی کیونکہ جس بے تکی بات پر غصہ آیا تھا وہی کچھ دیر بعد بعید کام کی ثابت ہوئی تھی لیکن یہ معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔ اگر ڈنگو۔۔۔ بونا کے مخالفین میں سے تھا تو پھر اسی کے پیچھے پڑ جانے کا مقصد ہو سکتا تھا۔

وہ مارتھا کے ساتھ جائے واردات کی طرف روانہ ہو گیا۔

------------------------*------------*

ڈنگو نے ایک بار پھر اس کمرے پر یلغار کی جہاں وہ دونوں قید تھے۔ اس بار وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ پانچ مسلح آدمی بھی تھے۔ مونیکا اسے دیکھتے ہی غصہ ور بلی کی طرح غرا کر کھڑی ہو گئی۔ لیکن احمق منہ لٹکائے ہی بیٹھا رہا۔

"ٹونی کہاں ہے"؟۔ ڈنگو نے مونیکا کو گھورتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔

"اگر مجھے معلوم بھی ہوگا تو نہیں بتاؤں گی"۔

"میں تمہارے جسم سے کھال اتروا سکتا ہوں"۔

"میرے لیے اس کی پوستین بنوا دینا"۔ احمق نے سر اٹھا کر کہا۔

"تم خاموش رہو"۔

"تو مجھے جواب دے۔ ذلیل۔ ہوپی کو کس نے قتل کیا تھا"؟۔

"میں نے"۔ ڈنگو نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اور اس کے باوجود بھی اسی کی بیٹی میری محبوبہ تھی۔ میرے لیے کام بھی کرتی تھی اور اب وہ بھی ہوپی ہی کے پاس پہنچ جائے گی اگر اس نے ٹونی کا پتہ نہ بتایا"۔

مونیکا کھڑی دانت پیستی رہی۔

"ارے تم نے مجھے کیوں خوامخواہ پکڑ رکھا ہے"؟۔ احمق نے کہا۔

"تمہیں مجھے وہ کرتب سکھانا پڑے گا جس کی وجہ سے تم گولیوں سے بچ جاتے ہو"؟۔

"کرتب نہیں۔۔۔کالا جادو"۔

"میں احمق نہیں ہوں۔ خیر تم اپنی بکواس بند کرو۔ مجھے اس عورت سے نپٹنے دو۔ تم سے تو میں بعد کو سمجھوں گا"۔

"اونٹ پر بیٹھ کر سمجھنا۔۔ورنہ پھر غلطی کرو گے"۔

دفعتاً عمارت کے کسی گوشے سے شور بلند ہوا۔۔۔۔۔اور ڈنگو چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا اس کے مسلح آدمی بھی دروازے ہی کی طرف مڑ گئے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے ڈنگو کی کرسی پکڑ لی اور اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں پر پھینک مارا۔ اسی دوران میں دوڑتے ہوئے قدموں کی بھی آوازیں آئیں۔

ڈنگو کے آدمی اس اچانک حملے سے بوکھلا گئے تھے۔ وہ ڈنگو کو اٹھانے کے لیے جھکے ہی تھے کہ عمران نے بھی ان پر چھلانگ لگائی۔ جن کے قدموں کی آوازیں سنی گئی تھیں وہ عمران کے مددگار ثابت ہوئے۔ صفدر سب سے آگے تھا۔ پھر کسی کو اتنا ہوش نہ رہا کہ وہ ریوالور استعمال کرنے کی کوشش کرتا۔ سبھی گتھ کر رہ گئے تھے۔

دفعتاً مونیکا چیخی۔ "اوہ۔۔۔وہ گیا۔ نکل گیا۔ دیکھو"۔

مگر کون تھا۔ ڈنگو کے ساتھی پاگلوں کی طرح لڑ رہے تھے اور دروازہ آپس میں گتھے ہوئے آدمیوں کی وجہ سے دیوار بن کر رہ گیا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر زور لگایا اور کسی نہ کسی طرح دروازے سے گزر ہی گیا۔

ڈنگو کا دوبارہ نکل جانا اسے گراں گزر رہا تھا۔ وہ مضطربانہ انداز میں عمارت کے مختلف حصوں میں دوڑتا پھرا۔ لیکن ڈنگو نہ ملا۔ صدر دروازے کے قریب دو مسلح آدمی بیہوش پڑے نظر آئے ان کے سروں پر چوٹیں تھیں۔ شاید انہیں عمران کے مددگاروں ہی نے زخمی کیا۔

پھر جیسے ہی وہ عمارت سے نکلا اسے مارتھا نظر آئی۔

"اوہو۔ تت۔۔۔۔تم۔۔۔۔زندہ ہو"؟۔ وہ اس کی طرف بڑھتی ہوئی بوکھلائے سے انداز میں بولی۔

"کہاں، نہیں تو۔ ایمرجنسی پر دوبارہ واپس آیا۔ مرنے کے بعد بھی اگر خیال آجائے کہ تجوری مقفل کرنا بھول گئے تھے تو روح بوکھلا کر جسم میں واپس آجاتی ہے۔ تم نے ڈنگو کو تو باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا"؟۔

"نہیں ادھر سے کوئی بھی نہیں گزرا۔۔۔اندر کیا ہو رہا ہے"؟۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ اب وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ڈنگو تو نکل ہی گیا۔ اچھا کوئی گاڑی فالتو ہے یہاں"؟۔

"ہاں ہے۔ میری گاڑی۔ میں دوسری گاڑی سے چلی جاؤں گی"۔

"مونیکا اندر ہے۔ ڈنگو اسے قتل کر دینا چاہتا تھا۔ اس کی حفاظت بھی تمہارے ذمہ ہو گی۔ میں بہت جلد ملوں گا۔ ٹاٹا"۔

مارتھا اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ تو دوڑ کر اس کی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

----------------------*-----------*

مونیکا ان کے ساتھ چلی تو آئی تھی لیکن اس کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔ اکثر وہ ان سے پوچھنے لگتی تھی کہ وہ کون ہیں۔ اور اس معاملے میں انہیں کیا سروکار ہو سکتا ہے؟ لیکن وہ بتاتے ہی کیا۔ یہی کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ وہ کرایہ پر حاصل کئے ہوئے آدمی ہیں۔ صحیح حالات کا علم اسی شخص کو ہو سکتا ہے جسے وہ احمق جادوگر کے نام سے یاد کرتی ہے۔

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے"؟۔ اس نے مارتھا سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ جو ان لوگوں کی حیثیت ہے وہی میری بھی ہے"۔

"وہ یوگوسلاویہ کا باشندہ ہے"۔

"پتہ نہیں تمہیں بھی غرق کرے گا اس کا ساتھ چھوڑ دو"۔

"اوہ۔ تم کتنی ناشکر گزار ہو مونیکا"۔ مارتھا بولی۔ "کیا ڈنگو تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا"؟۔

"یہی تو میں جاننا چاہتی ہوں کہ یک بیک وہ میرا اتنا دشمن کیوں ہو گیا۔ ہمارے درمیان نفاق ڈالنے والا بھی یہی احمق تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ کیا چاہتا ہے"۔

صفدر جو ابھی تک خاموش تھا اسے مخاطب کر کے بولا۔ "ڈنگو تمہارا دشمن کیوں ہو گیا ہے"؟۔

"یہ بھی وہی شیطان جانتا ہوگا۔ میں کیا بتاؤں مجھے کب تک یہاں رہنا پڑے گا"؟۔

"اگر تم مرنا ہی چاہتی ہو تو ہم کس طرح روک سکیں گے"۔ مارتھا بولی۔

"زندگی اور موت کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ لیکن میں اس وقت تک یہاں ٹھہرنا چاہتی ہوں جب تک کہ اس سے فیصلہ کن گفتگو نہ کرلوں۔ پتہ نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم لوگ ٹونی کو بھی جانتے ہو"؟۔

"ہم فی الحال ڈنگو اور مونیکا کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے"۔ صفدر نے کہا اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کریں"۔

"آخر یہ احمق کس قسم کا آدمی ہے"۔ مونیکا صفدر کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم بھی مجھے اس کے ہم وطن معلوم ہوتے ہو تمہارے اور اس کے انداز گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہیں تم وہی تو نہیں ہو، جو اس رات اس کے ساتھ قمار خانے میں تھے جب اس نے جادو کے کرتب دکھائے تھے"؟۔

"وہ ہر قسم کا آدمی ہے"۔

"اس سے پھرتیلا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا ہے۔ دس فٹ کے فاصلے سے اس پر چھ فائر کیے گئے تھے لیکن ایک بھی گولی اس کے نہیں لگی۔ فائر کرنے والا ڈنگو جیسا قادر انداز تھا جس کا نشانہ کبھی خطا ہی نہیں کرتا"۔

"نہیں"۔ مارتھا بہت متحیر نظر آئی۔

"یقین کرو جس وقت ڈنگو فائر کر رہا تھا اس احمق کے پیر زمین پر لگتے نہیں معلوم ہوتے تھے بس ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہا ہو"۔

مارتھا نے صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر سر ہلا کر بولا۔ "مونیکا کا بیان مبالغہ آمیز نہیں ہے۔ وہ ایسا آدمی ہی ہے"۔

"کبھی وہ احمق اور پاگل معلوم ہوتا ہے اور کبھی ایسا لگتا ہے جیسے اس سے زیادہ عقلمند آج تک پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ ذرا سی دیر میں اس کی پوری شخصیت بدل جاتی ہے"۔

مونیکا سانس لینے کے لیے رکی اور پھر بولی مجھے اس کے لیے تشویش ہے کیونکہ ڈنگو بھی مکاری میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ وہ ہم لوگوں کے لیے سارا شہر کھنگال کر رکھ دے گا"۔

صفدر کا دل چاہ رہا تھا کہ بوغا کا تذکرہ چھیڑ دے لیکن پھر یہی سوچ کر خاموش رہ جانا پڑا کہ کہیں یہ عمران کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ وہ خیالات میں ڈوب گیا۔ مونیکا اور مارتھا گفتگو کر رہی تھیں لیکن صفدر اب ان سے قطعی بے تعلق یہی سوچ جا رہا تھا کہ اگر ڈنگو بوغا کے مخالفین میں سے تھا تو اس سے بھڑ جانا کہاں کی دانشمندی ہے۔ خواہ مخواہ انرجی کیوں برباد کی جا رہی ہے۔ کیا بوغا کے کسی مخالف سے ٹکرا جانے کے بعد اس تک رسائی ممکن ہے؟۔ صفدر سوچتا اور بور ہوتا رہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک پڑا۔ مارتھا ریسیور اٹھا رہی تھی۔ اس نے کسی کی کال ریسیو کی اور پھر ریسیور رکھ کر بوکھلائے ہوئے انداز میں صفدر کی طرف مڑی۔ "تمہارے لیڈر کی کال تھی اس نے کہا ہے کہ۔۔۔۔ ڈنگو کے آدمی ادھر آ رہے ہیں انہیں یہاں مونیکا کی موجودگی کی اطلاع ہو گئی ہے"۔

"اوہ"۔ صفدر مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اس کے چہرے پر سراسیمگی کے تاثر نہ دکھائی دیئے۔ وہ بیحد پر سکون نظر آ رہی تھی۔

"تم لوگ مجھے تنہا چھوڑ کر چلے جاؤ"۔ اس نے کہا۔ "میں دیکھ لوں گی۔ ڈنگو مجھے اس وقت تک گزند نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ ٹونی نہ مل جائے۔ جاؤ تم سب۔ مجھے صرف ایک ریوالور اور کچھ فالتو راؤنڈز دے دو"۔

"ہمارے پاس نہ ریوالور ہے اور نہ فالتو راؤنڈز"۔ مارتھا بولی۔ "لیکن ہم تمہارے مشورے پر ضرور عمل کریں گے"۔

صفدر نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔۔۔ لیکن۔۔"

مارتھا نے آنکھ مار کر اسے خاموش کر دیا۔

صفدر اور مارتھا کے آدمیوں نے دس منٹ کے اندر اندر عمارت چھوڑ دی۔ صفدر نے باہر نکل کر مارتھا سے پوچھا۔ "تم نے ایسا کیوں کیا"؟۔

"اس کی ذمہ داری تمہاری لیڈر پر ہے"۔

" کیوں اس نے کیا کہا تھا"؟۔

"یہی کہ مونیکا کو تنہا چھوڑ دو اور نگرانی کرو کہ وہ کیا کرتی ہے۔ اگر وہ اس عمارت سے کہیں جائے تو اس کا تعاقب کیا جانا ضروری نہیں ہے۔ نگرانی سے مراد غالباً یہی ہے کہ کوئی دوسرا اس کی موجودگی میں عمارت میں نہ داخل ہو سکے"۔

وہ آس پاس کے قہوہ خانوں اور ریستورانوں میں پھیل گئے اور ایسی میزیں منتخب کیں جہاں سے عمارت کے صدر دروازے پر بخوبی نظر رکھ سکے۔

تقریباً بیس یا بائیس منٹ کے بعد مونیکا عمارت سے نکلی تھی لیکن اس کے چہرے پر نقاب تھی۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور اس میں بیٹھ کر ایک جانب روانہ ہو گئی۔

مارتھا صفدر کے ساتھ ہی تھی یک بیک اچھل پڑی اور صفدر اسے گھورنے لگا۔

"اوہ۔۔۔ دھوکا۔ اف فوہ۔۔۔ شاید وہ تمہارے لیڈر کی کال نہیں تھی۔۔۔ اٹھو۔ جلدی کرو۔۔۔۔ وہ ڈنگو تھا۔ اس کی گاڑی سامنے والی گلی سے نکلی تھی۔ وہ اس کے پیچھے گیا ہے"۔

مارتھا کے دوسرے ساتھی مختلف قہوہ خانوں میں تھے۔ اس لیے وہ جلدی میں انہیں بھی ساتھ نہ لے جا سکی۔ سڑک پر پہنچتے ہی انہیں بھی ٹیکسی مل گئی۔ سیاہ کار بھی نظر آ رہی تھی چونکہ سڑک پر ٹریفک کا اژدہام تھا اس لیے گاڑیوں کی رفتار تیز نہیں تھی۔

"سیاہ گاڑی کے پیچھے چلنا ہے"۔ مارتھا نے ڈرائیور سے کہا۔ " گستاپو"۔

"اوکے مادام"۔ ڈرائیور نے اپنی ٹوپی چھو کر کہا۔

" کیا تم نے اس کی آواز پہچانی نہیں تھی"؟۔ صفدر نے پوچھا۔

"اب کیا بتاؤں۔ اس وقت تو یہی معلوم ہوا تھا کہ وہی بول رہا ہے"۔

" مگر اس نے کہا کیا تھا"؟۔

"یہی کہ کسی طرح مونیکا کو عمارت میں تنہا چھوڑ دو اور باہر سے نگرانی کرو۔ یہ تدبیر اسی نے بتائی تھی کہ میں ڈنگو کے آدمیوں کا نام لوں اور اس سے کہوں کہ ہم لوگ اپنی جانیں خطرے میں نہیں ڈال سکتے اس لیے وہاں سے

جارہے ہیں اس کا جو دل چاہے کرے۔ لیکن اس نے خود ہی یہی تجویز پیش کردی تھی"۔

صفدر سوچ میں پڑ گیا۔ سیاہ کار اب بھی ان کی نظروں ہی میں تھی۔ مارتھا کے بیان کے مطابق ڈنگو اسی کار میں مونیکا کا تعاقب کر رہا تھا۔

----------------------*-----------*

مونیکا نے ایک بار بھی مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ڈنگو کے آدمیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اس عمارت سے نکل آئی تھی۔

ڈرائیور۔ "تیز چلو"۔ اس نے کہا۔

"رش بہت ہے مادام"۔ ڈرائیور بولا۔ "اس سڑک سے گزر جانے کے بعد ہی میں آپ کے مرضی کے مطابق چل سکوں گا"۔

مونیکا خاموش ہوگئی۔ وہ بہت مضطرب تھی۔ بار بار گالوں پر لہرانے والی لٹوں کو انگلی سے مروڑنے لگتی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد کار ایک سنسان سی سڑک پر آ گئی۔ اور اس کی رفتار خاصی تیز ہوگئی۔ مونیکا شائد ذہنی طور پر اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اس نے اب بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی اور یہ اور بات ہے کہ اسے اس تعاقب کا اندازہ نہ ہوسکا کیونکہ اس سڑک پر روشنی ناکافی تھی اور سیاہ کار کی ہیڈ لائٹس بھی بجھی ہوئی تھیں۔

"بس بس۔ یہیں روک دو۔ اس نے ایک جگہ ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور کرایہ ادا کرنے کے لیے جیکٹ کی جیبیں ٹٹولنے لگی۔

ٹیکسی سے اتر کر وہ سڑک کے بائیں جانب نشیب میں اتر گئی۔ تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں کہیں کہیں چھوٹی بڑی عمارتوں کے آثار نظر آرہے تھے۔ وہ ایک جانب بڑھتی چلی گئی۔

پھر ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب رکی۔ جس کی ایک کھڑکی میں روشنی نظر آرہی تھی۔ برآمدے میں پہنچ کر اس نے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد اندر سے کسی کے چلنے کی آواز آئی اور پھر دروازے کے پاس ہی قدم رک گئے۔

" کون ہے "؟۔ اندر سے کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں ہوں۔ مونی۔ دروازہ کھولو۔ مجھے یقین تھا کہ تم یہیں آؤ گے"۔ مونیکا نے کہا۔

"اوہ۔ بے بی۔۔۔۔ خدا کے لیے مجھ سے دور رہو"۔ اندر سے آواز آئی۔ "میں تمہارے موت کا خواہاں نہیں ہوں۔ مجھ پر جو گزرے گی بھگت لوں گا"۔

"پرواہ مت کرو۔ ہوپی پوماس کی بیٹی موت سے نہیں ڈرتی۔ دروازہ کھولو"۔

" کیا ڈنگو سے تمہاری صلح ہوگئی ہے"؟۔

"نہیں میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتی جب تک کہ اُن کے خون سے غسل نہ کرلوں"۔

دروازہ کھل گیا اور مونیکا تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ پھر دروازے کو دوبارہ بند کر کے بولٹ کرنے والی بھی وہی تھی۔ ٹونی ہکا بکا کھڑا تھا۔

"تم نے یہ خطرہ کیوں مول لیا بے بی۔ اگر کوئی تمہارا تعاقب کرتا ہوا آیا ہو تو"؟۔

" کوئی بھی نہیں۔ میں مطمئن ہوں"۔

وہ ایک کمرے میں آئے۔ یہ عمارت مشرقی وضع کی تھی۔ اس کے اندر صحن بھی تھا اور اس کی دیواریں سات یا آٹھ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھیں۔

" کیا سچ مچ تمہارے پاس کسی قسم کے کاغذات ہیں ٹونی"؟۔ مونیکا نے پوچھا۔

" کک۔۔۔۔۔۔۔ کاغذات"؟۔ ٹونی ہکلا کر رہ گیا۔

"تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ٹونی"۔ وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "ڈنگو اعتراف کرچکا ہے کہ ہوپی کا قاتل وہی ہے"۔

" کک۔۔۔۔ کاغذات۔۔۔۔"؟ ٹونی نے پھر طویل سانس لی اور خاموش ہوگیا۔

"ٹونی تم جانتے ہو کہ میں ہوپی کی بیٹی ہوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ بالآخر تم میرے ہی ہاتھوں مارے گئے"۔

"ہم دونوں آج تک محض انہیں کاغذات کی وجہ سے بچے رہے بے بی۔۔۔ ورنہ ڈنگو ہمیں بھی ٹھکانے لگا دیتا"۔

"اوہ۔۔۔۔تو تم جانتے تھے کہ ڈنگو ہی ہوپی کا قاتل ہے۔ بولو۔ جواب دو۔ خاموش کیوں ہو گئے"؟۔

"مم۔۔۔۔مجھے شبہہ تھا"۔

"تم بکواس کر رہے ہو۔ کھلی ہوئی بکواس۔ اب میں سمجھی۔ تم شائد ان کاغذات کے سلسلے میں ڈنگو کو بلیک میل کرتے رہے ہو۔۔۔۔۔کیوں"؟۔

"کسی کمینے آدمی سے کسی کمینے پن کا برتاو بری بات نہیں ہے۔۔۔بے بی"۔

"او ذلیل۔۔۔تمہاری اس کمینگی کی وجہ سے مجھے بڑی ذلت نصیب ہوئی ہے میں اپنے باپ کے قاتل کا دل بہلاتی رہی ہوں۔۔۔۔لاو وہ کاغذات اب میرے حوالے کر دو۔۔۔۔۔۔ورنہ"۔

"دے دوں گا۔۔۔دے دونگا"۔ وہ خوفزدہ سی آواز میں بولا۔ "لیکن ڈنگو مجھے زندہ نہ چھوڑے گا"۔

"لاو۔۔۔نکالو۔۔۔۔مجھے یقین ہے کہ ایسے موقعہ پر وہ تم سے دور نہ ہوں گے"۔

ٹوٹی کانپتا ہوا ایک گوشے میں پڑے ہوئے ٹین کے صندوق کی طرف بڑھا اور بیٹھ کر اسے کھولنے لگا۔ لیکن جب وہ پلٹا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"اوہ۔۔۔۔نمک حرام۔۔۔۔آج تمہیں بھی یہ جرات ہوئی" مونیکا آنکھیں نکال کر بولی۔ "شائد سچ مچ میرے ستارے گردش میں ہیں"۔

"جاو، چلی جاو۔ نکلو یہاں سے، مجھ سے وہ کاغذات کوئی بھی نہیں لے سکتا۔ میں ان سے لاکھوں روپے کماوں گا"۔

"تم اب ڈنگو سے ایک پائی بھی نہ وصول کر سکو گے"۔

"ہونہہ ڈنگو۔ وہ حقیر آدمی۔ وہ ان کی قیمت کیا دے سکے گا۔ ان کا سودا تو حکومتیں کریں گی۔ میں ابھی تک کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہا تھا۔ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کس حکومت سے بات چیت کی جائے"۔

"آخر کیسے ہیں وہ کاغذات"؟۔

"جاو، چلی جاو۔ ورنہ کہیں ٹریگر دب ہی نہ جائے۔ جاو"۔

یک بیک مونیکا خوفزدہ نظر آنے لگی اور ٹوٹی پھر دہاڑا۔ جاو۔۔۔اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

ڈنگو سے صلح کر لو۔ اتنا کرو کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔ ان کاغذات کا سودا کرنے کے بعد میں اس کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔ اور تم ایک معقول رقم کی حق دار ہو گی"۔

"نہیں نہیں، مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے۔ تمہاری صورت سے خوف معلوم ہوتا ہے"۔ مونیکا کانپتی ہوئی بولی۔ "مجھے جانے دو"۔

"جاؤ، شاباش۔ تم سمجھدار بچی ہو۔ ٹونی تمہارا برا نہ چاہے گا۔ وہ ڈنگو کے خون کا پیاسا ہے لیکن ڈنگو کی موت کے بعد تمہیں مفلسی کی زندگی بسر کرتے ہوئے نہ دیکھ سکے گا"۔

مونیکا دروازے کی طرف مڑ گئی۔ ٹونی اس کے پیچھے ریوالور تانے ہوئے چل رہا تھا۔ مونیکا کے چلنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ لڑکھڑا کر گر پڑے گی۔

"ڈرو نہیں۔ اگر تم ایک اچھی بچی ثابت ہوئیں تو میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا"۔

اردو خوش آمدید
پروایکٹیوز پروڈکشن

یک بیک مونیکا پلٹ پڑی۔ اس کا بایاں ہاتھ ریوالور پر پڑا تھا اور داہنا ہاتھ ٹونی کی کنپٹی پر۔ ٹونی اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ایک طرف تو ریوالور اس کے ہاتھ سے نکلا اور دوسری طرف وہ خود لڑکھڑاتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

"اب بتاؤ۔۔۔ وفادار کتے"۔ وہ ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتی ہوئی دانت پیس کی بولی۔

"اوہ۔۔۔ تت۔۔۔ تم۔۔۔ دھوکے باز"۔

"چلو نکالو کاغذات۔ ورنہ تم جانتے ہی ہو کہ میں کتنی رحم دل ہوں"۔

ٹونی دیوار سے لگا کھڑا ہانپتا رہا۔

"دیر نہ کرو ورنہ میں سچ مچ تیری کھوپڑی میں کئی سوراخ کر دوں گی"

وہ پھر صندوق کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو۔ یوں نہیں"۔ مونیکا اسے روکتے ہوئے کہا اور خود صندوق کی طرف بڑھ گئی۔ ریوالور کا رخ ٹونی ہی کی طرف تھا۔ وہ ٹھوکریں مار مار کر صندوق کو کمرے کے وسط میں کھسکا لائی۔۔۔ "اب نکالو۔ جلدی کرو"۔

ٹونی گالیاں بکتا ہوا صندوق پر جھک گیا۔ ڈھکن اٹھا کر کپڑوں کی تہیں ہٹائیں اور سرخ رنگ کا ایک چرمی بیگ نکالا جس پر سیاہ رنگ کے لہریئے بھی پڑے ہوئے تھے۔

مونیکا اس کے ہاتھ سے بیگ چھیننے کے لیے جھکی اور اس پر ٹونی نے جھکائی دے کر ریوالور پر ہاتھ ڈال لیا لیکن ٹھیک اسی وقت دروازے سے کسی نے ان پر چھلانگ لگائی اور بیگ کو سمیٹتا ہوا آگے چلا گیا۔ یہ ڈنگو تھا۔

مونیکا کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر گرا تھا جسے وہ دوبارہ نہ اٹھا سکی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو" ۔ ڈنگو نے ریوالور کو جنبش دی اور ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

"اگر تم نے ذرہ برابر بھی مزاحمت کی تو گولی مار دوں گا" ۔ ڈنگو دروازے کی طرف ہٹتا ہوا بولا۔ وہ انہیں کور ہی کیے رکھنا چاہتا تھا اس لیے الٹے پیروں چل رہا تھا۔ یعنی دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ غالباً اس کی اسکیم یہی تھی کہ دروازے سے نکلتے ہی اسے باہر سے بند کر دے گا۔ اس طرح یہاں سے بعافیت نکل جانے میں اسے آسانی ہوتی لیکن وہ ابھی باہر نہیں نکلنے پایا تھا کہ ایک زوردار ٹھوکر اس کی کمر پر پڑی اور چرمی بیگ سمیت فرش پر اوندھے منہ گرا۔

" گڈ ۔۔۔۔۔۔ ویری فائن ۔۔۔ براوو" مونیکا مسرت آمیز لہجے میں چیخی۔ احمق دروازے میں کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ مونیکا نے جھپٹ کر ٹھوکر ماری اور ڈنگو کا ریوالور دور جا پڑا۔ ڈنگو اٹھ چکا تھا لیکن ہینڈ بیگ اس کی چھاتی سے چمٹا ہوا نظر آیا۔

"ٹونی پر نظر رکھو" ۔ عمران نے مونیکا سے کہا اور جھک کر ڈنگو کی گردن پکڑ لی۔

مونیکا نے پھر ٹونی کا ریوالور اٹھا لیا تھا اور اس کا رخ ٹونی ہی کی طرف تھا۔ لیکن اتنی دیر میں ڈنگو عمران کے لیے بلائے بے درماں بن گیا۔ وہ بیگ چھوڑ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا۔

" ابے او سعادت مند ۔۔۔۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو " عمران دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر چانٹے مارتا ہوا کہہ رہا تھا۔ " ٹانگیں چھوڑ " ۔

لیکن ڈنگو نے بھی شاید جان ہتھیلی ہی پر رکھ لی تھی۔ وہ چانٹے کھاتا رہا لیکن ٹانگیں نہ چھوڑیں عمران محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی بھینسے سے کم طاقت ور نہیں ہے۔

یک بیک صفدر اور مارتھا کمرے میں داخل ہوئے۔

"یہ چرمی بیگ اٹھالو صفدر" ۔عمران نے کہا۔ وہ اب بھی اپنی ٹانگوں کو ڈنگو کی گرفت سے آزاد کر لینے کی جدو جہد میں مصروف تھا۔

"خبردار اگر کسی نے بیگ کو ہاتھ لگایا" ۔مونیکا غرائی۔

"احمق نہ بنو" ۔عمران نے کہا۔ "میں ان کاغذات کو صرف ایک نظر دیکھ کر تمہیں واپس کردوں گا" ۔

صفدر نے بیگ اٹھایا۔ مونیکا اس پر فائر نہ کرسکی۔

"مونی تم غلط کر رہی ہو وہ بیگ لاکھوں روپے کا ہے" ۔ٹوفی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم اس کی پرواہ نہ کرو مجھے دوست دشمن کی پہچان کا سلیقہ ہے" ۔مونیکا نے کہا۔

پھر ٹوفی کی طرف اشارہ کر کے صفدر سے بولی۔ "تم اسے کور کیے رکھو میں ڈنگو کا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے کروں گی" ۔

اس نے ریوالور اس کے ہاتھوں میں تھما دیا اور ڈنگو کی طرف جھپٹی۔

عمران نے صفدر کو اشارہ کیا کہ وہ بیگ لے کر کھسک جائے۔

مونیکا نے ڈنگو کی گردن پکڑ کر اسے عمران سے الگ کرنے کی کوشش شروع کی اور ٹوفی یک بیک چیخا۔ "ارے وہ کمبخت۔۔۔۔ بیگ لے گیا" ۔

لیکن وہ آگے نہ بڑھ سکا اب مارتھا ریوالور سنبھالے ہوئے اس کی راہ میں حائل تھی۔

دفعتاً ڈنگو کے حلق سے کریہہ قسم کی آوازیں نکلنے لگیں اور عمران کی ٹانگوں پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"ہائیں۔۔۔۔ ہائیں گاؤ نہ گھونٹو" ۔عمران بولا۔ "میں تو اس سے ٹانگیں دبوا رہا تھا۔ کئی دن سے دوڑتے دوڑتے ان کا کچومر نکل گیا ہے" ۔

"نہیں، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی" ۔

"تم غلطی کرو گی، ہوسکتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد وہ کاغذات فضول ہو کر رہ جائیں" ۔

"جہنم میں گئے کاغذات۔ مجھے تو اس کا خون چاہیے" ۔

بدقت عمران نے ڈنگو کی گردن چھڑائی۔ اس پر وہ مونیکا پر جھپٹ پڑا لیکن مونیکا کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی تھی۔ اور وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ پھر اٹھ کر جھپٹا۔ لیکن مونیکا نے بھی اسے ٹھوکروں پر ہی رکھ لیا اور ساتھ ہی قہقہے بھی لگائے جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ڈنگو بے سدھ ہو کر گر گیا۔

*__________*__________*__________*

اسی رات وہ سب ایک ایسی عمارت میں نظر آئے جس کا تعلق ایکس ٹو کے ایجنٹوں سے تھا۔ ٹونی اور ڈنگو رسیوں سے جکڑے فرش پر پڑے ہوئے تھے اور عمران چرمی بیگ سے کاغذات نکال رہا تھا۔

"اوہو۔۔۔" وہ یک بیک اچھل پڑا۔۔۔۔ اس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی۔ کسی بادشاہ کی تصویر، جو شاہانہ لباس میں تھا۔ مونیکا تصویر پر جھک پڑی۔

پروڈکشن

"یہ کون ہے"؟۔ وہ بڑبڑائی۔

عمران نے تصویر صفدر کے سامنے ڈال دی اور وہ بھی بوکھلا کر آنکھیں پھاڑنے لگا تصویر کے نیچے لکھا تھا۔ "والئی ظلمات"۔

" کیوں پہچانا تم نے"؟۔ عمران نے صفدر سے پوچھا۔

" مگر یہ کمبخت۔۔۔ شاہی لباس میں، یہ والئی ظلمات کیا بلا ہے"؟۔

" کون ہے"؟۔ مونیکا نے پوچھا۔

"بونا"۔ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ پھر ڈنگو کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اور یہ بونا کا ایک ایسا ایجنٹ ہے، جو اس کے دشمنوں کو ٹھکانے لگاتا رہا ہے۔ بونا کے گروہ سے ٹوٹے ہوئے لوگ اسے بونا کا دشمن سمجھ کر اس کے پاس آتے ہیں اور یہ نہایت آسانی سے انہیں ختم کر دیتا ہے۔ تمہیں یاد ہی ہوگا کہ کچھ ہی دن

پہلے ایک تفریح گاہ میں ایک آدمی کی لاش ملی تھی۔ کیا وہ پناہ لینے کے لیے ڈنگو کے پاس نہیں پہنچا تھا۔ میں اسے جانتا ہوں۔ وہ لاتوشے کا ایک باشندہ بالی تھا۔ ڈنگو نے ہی اسے قتل کرا دیا تھا۔ کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں ڈنگو"؟۔

ڈنگو کچھ نہ بولا۔ عمران کہتا رہا۔ "بوغا کے ایجنٹوں میں شاید یہ اہم ترین آدمی ہے"۔ پھر وہ خاموش ہو کر دوسرے کاغذات نکالنے لگا۔

"مونیکا ٹونی کو گھور رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے اس سے پوچھا۔ "یہ کاغذات ہوپی کو کہاں سے ملے تھے"؟۔

"اوہ یہ کاغذات خونی ہیں، منحوس ہیں، وہ بھی ان کا سودا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مارا گیا۔ اور میں، دیکھو میرا کیا انجام ہوتا ہے"۔

ون اردو میں خوش آمدید

"میں پوچھ رہی ہوں اسے یہ کاغذات کہاں سے ملے تھے"؟۔

"ایک غیر ملکی جاسوس کے قبضے سے۔ ہوپی نے اسے قتل کر کے حاصل کیے تھے۔ میرے خدا کاش یہ میرے قبضے میں نہ آئے ہوتے۔ ڈنگو نے ہوپی سے ان کاغذات کا سودا کیا۔ لیکن دونوں ہی اپنی اپنی گھات میں تھے۔ ڈنگو اس فکر میں تھا کہ جیسے ہی کاغذات اس کے سامنے آئیں گے وہ ہوپی کو گولی مار دیگا۔ اور ہوپی نے کچھ اوٹ پٹانگ اس کے گلے لگا کر ایک لمبی رقم اینٹھ لینے کی اسکیم بنائی تھی۔ ڈنگو نے وہی کیا جو اس نے سوچا تھا، ہوپی مارا گیا اور ڈنگو کے ہاتھ بے سر وپا کاغذات لگے۔ مجھے معلوم تھا کہ اصلی کاغذات کہاں ہیں۔ میں نے سوچا کہ اب میں کسی مناسب موقع پر ان سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ ڈنگو کو شبہ تھا کہ میں اصلی کاغذات کا علم رکھتا ہوں۔ لیکن اس نے مجھ پر تشدد نہیں کیا۔ اب اس نے دوسری پالیسی اختیار کی۔ میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ ڈنگو ہی ہوپی کا قاتل ہے لہذا اس نے ایک بڑی رقم دے کر میرا منہ بند کر دیا اور دوسری طرف مونیکا پر ڈورے ڈالے۔ وہ اس سے کہتا رہا کہ بوغا ہی نے ہوپی کو قتل کرایا ہے کیونکہ شاید اس کے پاس بوغا کے متعلق کچھ کاغذات تھے۔ بہر حال ڈنگو نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن ہوپی کے قاتل سے ضرور انتقام لے گا۔ ساتھ ہی وہ مونیکا سے یہ بھی کہتا رہا کہ اسے شبہ ہے کہ ٹونی کو ان کاغذات کا علم ہے۔ وہ

جانتا ہے کہ وہ کہاں ہوں گے۔ مقصد یہ تھا کہ مونیکا مجھ سے ان کاغذات کا مطالبہ کرے۔ دوسری طرف میں یہ بھی سوچتا تھا کہ ڈنگو مجھے ہوپی کے قتل کے سلسلے میں رازداری کی بہت بڑی رقم ادا کر رہا ہے لہذا میں ہوپی کی بیٹی کو اس کے اصل قاتل کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں۔ بس میں مونی کو ٹالتا رہا اور اسے یقین ہو گیا کہ میرے پاس اس قسم کے کاغذات نہیں ہیں۔ ڈنگو کو محض شبہ تھا لیکن پھر اچانک ڈنگو نے مجھ پر تشدد شروع کر دیا"۔

عمران اس دوران میں کاغذات کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا اور ٹونی طرف بھی کسی حد تک توجہ رہی تھی۔ اس نے کاغذات کو دوبارہ چرمی بیگ میں رکھتے ہوئے ٹونی سے کہا۔ "لیکن یاد کرو، کیا کبھی تم نے کسی سے ان کاغذات کا تذکرہ کیا تھا"؟۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مجھے تو یاد نہیں"۔

www.oururdu.com

عمران نے جوزف کو آواز دی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بہت زیادہ پی گیا ہو۔ قدم رکھتا کہیں تھا اور پڑتے کہیں تھے"۔

"ایڈگر۔۔۔" ٹونی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اوہ۔۔۔ پر کیا اس نے تمہیں بتایا تھا"؟۔

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر اس آدمی کو گھور رہا تھا۔ "اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اس کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہو۔

"اوہ"۔ وہ یک بیک چونک پڑا۔ یہ تو وہی آدمی تھا۔ اسے یاد آ گیا۔ وہی آدمی جسے اس نے ڈنگو کے قمار خانے میں اس بنا پر پیٹتے دیکھا تھا کہ اس نے جوئے میں کسی قسم کی بے ایمانی پر احتجاج کیا تھا اور ڈنگو نے اس کی میزالٹ دی تھی۔ میں نے اسے کبھی کچھ نہیں بتایا تھا"۔ ٹونی بولا۔

"ایک بار نشے میں تم اس کے سامنے کچھ نہ کچھ ضرور اگل چکے تھے" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔

"مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا تھا"؟۔ صفدر نے پوچھا۔

عمران نے جوزف کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور مونیکا سے بولا۔ "ٹونی نے ایک بار اسے نشے کی جھونک میں بتایا تھا کہ وہ جب چاہے ڈنگو کو خاک میں ملا سکتا ہے۔

وہ چاہے تو مونیکا ہی ڈنگو کے سینے میں خنجر اتار دے گی۔ اس کے پاس ایسے کاغذات ہیں، جو مونیکا کے باپ کے قاتل پر روشنی ڈال سکیں گے۔ جب ڈنگو نے ایڈگر کو قمار خانے میں مارا تھا اور اس کی توہین کی تھی تب دوسرے دن ایڈگر نے مجھ سے بھی یہی جملے دہرائے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ جب چاہے ڈنگو کو خاک میں ملوا سکتا ہے۔ ٹونی اس کا دوست تم ہی سے اس کی گردن کٹوا دے گا۔ اس کے پاس کچھ ایسے ہی کاغذات ہیں جنہیں دیکھ کر تم بپھر جاؤ۔ ویسے مجھے تو دراصل یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچانی تھی کہ ڈنگو بونا کا دشمن نہیں ایجنٹ ہی ہے۔ بالی پر میری نظر تھی اور وہ یہاں ڈنگو کے علاوہ اور کسی سے نہیں ملا تھا اور اس کے بعد صرف ڈنگو ہی کے آدمی اس کا تعاقب کرتے رہے تھے پھر وہ مار ڈالا گیا؟ بس تو ایڈگر اس رات کے دوسرے ہی دن اتفاق سے ایک جگہ مل گیا۔ اس وقت یہ بھی نشے ہی میں تھا۔ میں نے رات کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ نشے کی حالت میں غصہ آ جانا بڑی واہیات بات ہوتی ہے۔ اس نے سب کچھ اگل دیا۔ اس کے بعد ہی میں نے فون پر تفریحاً ڈنگو سے چھیڑ چھاڑ کی تھی جس کے نتیجہ پر آج وہ سامنے پڑا ہے۔ فون کال کے بعد یہ بیچارہ بوکھلا گیا تھا اس کی دانست میں تو ٹونی کے علاوہ اور کوئی اس راز سے واقف ہی نہیں تھا لیکن جب کسی دوسرے سے اس نے ہوپلی کے قتل کا راز سنا تو سوچا کہ ممکن ہے یہ نامعلوم آدمی کاغذات کے متعلق بھی جانتا ہو۔ لہذا جلد از جلد اس کا تصفیہ ہو ہی جانا چاہیے۔ اس لیے اس نے ٹونی اور تمہیں گھیرا۔ ٹونی نکل گیا۔ لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ تم وہ جگہ جانتی ہو جہاں ٹونی گیا ہوگا۔ لہذا میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی کہ وہ تمہیں اس عمارت میں تنہا چھوڑ دیں۔ مجھے یقین تھا کہ اس قسم کا کوئی موقع ہاتھ آتے ہی تم تیر کی طرح ٹونی کی طرف جاؤ گی۔

دوسری طرف میں نے ڈنگو ہی کے ایک آدمی کی طرف سے اسے فون پر اطلاع دی کہ تم اس عمارت میں ہو اور غالباً تمہارا ارادہ ہے کہ ٹونی کی تلاش میں جاؤ۔ ڈنگو تنہا نکل پڑا۔ چونکہ کاغذات کا معاملہ تھا اس لیے اس نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے آدمیوں میں سے بھی کسی کو ساتھ لے جائے۔ میں دراصل تم تینوں کو ایک بار پھر یکجا کرنا چاہتا تھا۔ مقصد صرف اتنا تھا ہی تھا کہ ڈنگو کے چہرے سے نقاب ہٹائی جائے۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ کاغذات میرے لیے بھی اتنی ہی اہم ہوں گے جتنے ڈنگو کے لیے ہو سکتے ہیں۔

"میں نہیں سمجھی"؟۔ مونیکا نے سر ہلا کر کہا۔

"میں بھی تو بونا ہی کی تلاش میں ہوں۔ اور یہ کاغذات اس کے اصلی ہیڈ کوارٹر کی جانب اشارہ کرتے ہیں"۔

"کیا تم پہلے بھی کبھی بونا کو دیکھ چکے ہو"؟۔

"نہ دیکھ چکا ہوتا تو تصویر کی شناخت کیسے کر سکتا"۔

"مگر تمہیں اس کی تلاش کیوں ہے"؟۔

"پرانی دشمنی۔ لمبا قصہ ہے۔ جسے میں دہرانا نہیں چاہتا"۔

"یہ جھوٹا ہے۔۔۔۔۔ یہ بھی بزنس ہی کرتا ہے"۔ ٹونی حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"خاموش رہو"۔ مونیکا آنکھیں نکال کر بولی۔ "ورنہ میں تمہیں کتے کی موت مار ڈالوں گی"۔

"تمہاری تباہی دور نہیں ہے"۔ ڈنگو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیکن تم میری تباہی دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہو گے"۔ مونیکا نے کہا پھر عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔ "تم نے کیا فیصلہ کیا۔ میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گی"۔

اردو پر خوش آمدید
www.ourdu.com
پروایکٹیوز پروڈکشن

"میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم ان کاغذات کے عوض لے جا سکتی ہو۔ اگر کاغذات چاہو گی تو وہ بھی مل جائیں گے لیکن ڈنگو نہ مل سکے گا"۔

"مجھے کاغذات کی ضرورت نہیں۔ میں ٹونی اور ڈنگو دونوں کو لے جاؤں گی۔

"مگر کرو گی کیا ان کا"؟۔ صفدر نے پوچھا۔

"تمہیں ان فضول باتوں سے کیا سروکار"۔ عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "اپنے کام سے کام رکھو۔ ہمیں ان کے نجی معاملات سے کوئی دلچسپی نہ ہونی چاہئے۔ میں تو یہ سمجھ کر ان دونوں کو اس کے سپرد کر رہا ہوں کہ یہ انہیں کسی یتیم خانے میں داخل کرا دے گی۔ اور میں زندگی بھر یہی سمجھتا رہوں گا"۔

مونیکا چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر اٹھتی ہوئی عمران سے بولی۔ "ذرا ادھر آؤ"۔

وہ عمران کو دوسرے کمرے میں لائی اور چند لمحے کچھ سوچتے رہنے کے بعد بولی۔ "کیا تم ان کاغذات کی مدد سے بونا کی تلاش میں نکلو گے"؟۔

"یقینی بات ہے"۔

"میری نظر ان کے بعض حصوں پر پڑی تھی۔ وہ ان جزائر کی کہانی سناتے ہیں جنہیں عام طور پر ظلمات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آج تک کوئی بھی ان جنگلوں میں نہیں داخل ہو سکا"۔

"میں نے بھی یہی سنا ہے"۔

"وہ تعداد میں پندرہ ہیں۔ اور سب کے سب ویران، میرا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی تمہیں وہاں تک نہ لے جا سکے گا"۔

"آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو"؟۔

"میری مدد کے بغیر تم وہاں تک نہیں پہنچ سکو گے"۔

"تو مدد کرو نا۔ میں نے کب منع کیا ہے"؟۔

"میں ساتھ چلونگی"؟۔

"ارے باپ رے" عمران اردو میں بڑبڑایا۔

"کیا۔۔۔ میں نہیں سمجھی"؟۔

"مم۔۔۔۔ مطلب یہ کہ۔۔۔۔ شش شکریہ" ضرور ساتھ چلو"۔

"تم یہاں سے ایسے آدمی بھی مہیا نہ کر سکو گے، جو تمہارے ساتھ جا سکیں"۔

"ٹھیک ہے" عمران نے طویل سانس لی۔

وہ پھر وہیں آ گئے جہاں سے اٹھ کر گئے تھے۔ مونیکا ڈنگو اور ٹونی کو یہاں سے لے جانے کی تیاری کرنے لگی۔

ون اردو پر خوش آمدید
ون اردو پروڈکشن

******* ******* ******** تمام شد ******* ******* ******** **